ثمرہ بخاری

خوشیوں کے موسم







ثمرہ بخاری

خوشیوں کے موسم

ناولٹ

"دیکھ شینو! میری قمیص مکمل ہوگئی ہے۔" عائشہ نے کڑھائی سے سجی قمیص اپنی سہیلی اور خالہ زاد بہن شینا کے سامنے پھیلائی تھی۔ شاہین عرف شینا نے آنکھیں پھیلائیں پھر لپک کر قمیص دونوں ہاتھوں میں دبوچ لی۔

"ہائے نی۔۔۔ کتنی پیاری لگ رہی ہے' ایسے ہی مجھے بھی بنادے نا!"

"اونہہ۔۔۔! ابھی نہیں' تجھے بھی ایسی ہی بنادی پھر میری قمیص تو پہنے بغیر ہی پرانی ہوجائے گی نا۔ یہ تو اماں نے میرے جہیز میں رکھنے کے لیے بنوائی ہے۔"

"یعنی ہمارے ہی گھر آئے گی یہ قمیص چل پھر میں بھی پہن کر شوق پورا کرلوں گی۔"

شاہین کی بات پر عائشہ شرما گئی پھر زور کی دھپ اس کی کمر میں رسید کردی۔

"ہائے نی ہتھ ہولار کھا کر توڑدی میری کمر۔" عائشہ اس کی دہائی پر ہنستی ہوئی قمیص اٹھا کر تہہ کرنے لگی۔

"بھائی کو دکھا کر آؤں۔" شاہین کو نئی سوجھی۔

"بھلا' بھئی مردوں کو یہ کڑھائی شڑھائی موئی

ستاروں کا کیا پتا۔"

"خوش ہو جائے گا نا بے چارہ!"

"رہن دے' وہ بے چارہ ویسے بھی خوش ہی رہتا ہے۔" عائشہ نے قمیص ٹرنک میں رکھ دی۔

"نی منورہ بھابھی! نی عائشہ! کدھر نکل گئے ہو گھر کو کھلا چھوڑ کر۔"

"ارے یہ تو پھوپھی صغریٰ کی آواز ہے۔" عائشہ سٹپٹائی۔ شہنا نے برا سامنہ بنایا پھر دھیرے سے بولی۔

"اب سب سے پہلا اعتراض تو میری یہاں موجودگی پر ہو گا۔"

"چپ کر' سن لیا تو شامت لے آئے گی۔" عائشہ کہہ کر دروازے کی جانب لپکی۔

"توبہ کدھر گھسی بیٹھی ہے۔ آوازیں دے دے کر میرا تو حلق بھی خشک ہو گیا۔"

"پھوپھی! میں لسّی لاتی ہوں' تم ادھر ابا' اماں کے کمرے میں بیٹھو۔" عائشہ نہیں چاہتی تھی' پھوپھی اس کے کمرے میں موجود شینو کو دیکھے۔

شینو اس کی خالہ زاد تھی اور بھابھی کے میکے کے ہر فرد سے پھوپھی کو ازلی بیر تھا اور شینو تو کچھ زیادہ ہی بری لگتی تھی۔

"اے سن عائشہ! خالی خولی لسّی نہ اٹھا لانا' بھوک لگی ہے مجھے اور یہ ماں کہاں ہے تیری؟ میری اتنی آوازوں پر بھی نہیں نکلی۔"

"اماں گھر پر نہیں ہے پھوپھی! تھوڑی دیر میں آجائے گی۔"

"پر گئی کہاں ہے' ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتی ہے۔ بڑی ڈھیل دے رکھی ہے میرے بھرا (بھائی) نے اسے۔"

ان باتوں کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چھوٹے سے باورچی خانے میں آگئی' جہاں گیس کا سلنڈر موجود تھا۔ یہ پچھلے دنوں ہی ابا نے لگوایا تھا۔ اس سے پہلے سارا کام لکڑیوں پر ہی ہوتا تھا۔ اب تو بڑی آسانی ہو گئی تھی۔ ان کی برادری میں اس سے پہلے گیس والے چولہے صرف پھوپھی کے ہاں تھے اور پھوپھی اور اس کی بیٹیاں بڑا اتراتی تھیں اس پر' اسی لیے عائشہ نہیں چاہ رہی تھی پھوپھی ادھر آئے اور سلنڈر دیکھے کیونکہ وہ چاہتی تھی پوری برادری میں جو اس کے پاس ہے' وہ کبھی کسی اور کے پاس نہ آئے۔ بیٹا! دبئی گیا تو گھر بھی پکا کروالیا۔ اوپر نیچے اتنے کمرے ڈلوائے کہ صحن چھوٹا ہو گیا۔ برادری کے جس شخص نے دیکھا' تنگ صحن پر اعتراض کیا کہ گاؤں والے تو کھلے صحن کے عادی ہوتے ہیں۔ پھوپھی نے اس پر بہت برا مانا اور کہہ دیا۔

"یہ سب جلتے ہیں مجھ سے۔"

پھوپھا تو وہی پہلے والا دین محمد ہی رہا لیکن انور کے دبئی جانے سے پھوپھی چوہدرائن کہلانے لگی تھی۔ بیٹیوں کے انداز بھی بہت بدل گئے تھے اور وہ غریب برادری کو منہ لگانا پسند نہیں کرتی تھیں لیکن اس کا بھی کیا کیا جائے کہ یہ پہننا اوڑھنا کھانا بھی تو ان ہی کو تھا۔ سو تقریبات کے بائیکاٹ جیسی حماقت وہ نہیں کر سکتی تھیں۔

سب سے قریبی رشتہ دار تو عائشہ کا ابا ہی تھا تو گھر میں جب بھی کوئی نئی چیز لائی جاتی' سب سے پہلے دیدار کے لیے انہیں ہی بلایا جاتا اور ساتھ ساتھ ایک ہی بات "ماموں! تم بھی اب اپنی زندگی کچھ تبدیل کرو' قسم سے ہمارا ایک ہی ماموں اور گھر اس کا اتنا خالم خولی۔ سچّی بڑی شرمندگی ہوتی ہے۔"

بھانجیوں کی بات پر عائشہ کا ابا مسکرائے جاتا لیکن اماں میں اتنا حوصلہ نہیں تھا۔ وہ ایسی باتیں سن کر جل کر رہ جاتی (اس کا نتیجہ یہ اخذ کیا جاتا کہ مامی بڑا جلتی ہے ہم سے) اور رہی عائشہ' آج تک تو عجیب بے نیازی ہوتی تھی اس کے انداز میں۔ کبھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یا چھو چھو کر اس نے پھوپھی کے گھر آئی قیمتی چیزوں کو نہیں دیکھا۔

"بڑی مغرور ہے۔" یہ رائے بھی ان ہی پھپھو زاد کی قائم کی ہوئی تھی۔

"پھوپھی صغریٰ کی آمد خوامخواہ نہیں ہو سکتی یا تو گھر میں کوئی نئی چیز آئی ہے' جس کے بارے میں اطلاع

دینے آنا ضروری تھا یا پھر ابا سے کوئی کام ہے۔" اس کے دونوں چھوٹے بھائی آگئے تھے۔

"وے عمران۔۔۔ وے شاہجہان۔۔۔! کبھی پھوپھی یاد نہیں آتی تم لوگوں کو۔ چار قدموں پر تو گھر ہے میرا' کبھی شکل ہی دکھا جایا کرو۔ پر کیتھے' ماں نے کبھی پھوپھی کے گھر جانے کو کہا ہو تب نا!"

"سلام پھوپھی!" عمران نے جھٹ سے کہا۔ اتنی دیر میں عائشہ میٹھی سکنجبین اور بسکٹ ٹرے میں رکھ کر باہر آگئی تھی۔ دونوں جڑواں بھائی جو اس سے پورے چھ برس چھوٹے اور لاڈلے تھے۔ پھوپھی کی جانب اشارہ کر کے سہمنے کی اداکاری کرنے لگے۔

"عائشہ! تجھے بھی کبھی توفیق نہیں ہوتی خالہ کے گھر کے تو بڑے چکر لگتے ہیں نا' ہم تیرے کچھ نہیں لگتے۔"

ایسی باتوں کا جواب اس کے پاس نہیں تھا' برآمدے میں آکر ٹرے چھوٹی میز پر رکھ دی پھر شاہجہاں سے بولی۔

"شجی! مجھے سودا لا دے' دوپہر کی ہانڈی چڑھانی ہے۔"

"کیا پکا رہی ہو دوپہر کو؟"

"اماں سبزی کے پیسے دے کر گئی تھی' پالک منگوا لیتی ہوں۔"

"اے ہائے' خالی خولی پالک۔۔۔ ہمارے گھر میں تو جب تک سیر ڈیڑھ سیر گوشت نہ بھون کر ڈال لیا جائے' پالک نہیں چڑھتی۔"

"پر پھوپھی! میرے پاس تو صرف سبزی کے پیسے ہیں۔"

"تو میں میٹھی لسّی کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ یہ کیا لیموں پانی گھول کر لے آئی ہے۔" پھوپھی صغریٰ کو اعتراض کرنے میں مہارت تھی۔ اس نے جواب میں کوئی وضاحت دینا ضروری نہیں سمجھا۔

"تا تیرا دل نہیں کرتا ہمارے گھر آنے کو' کتنی ہی تو نئی نکور اچھی اچھی چیزیں ہیں ہمارے گھر میں جو بھی مہمان آتا ہے نا بس پھر اس کا واپسی کو دل نہیں کرتا۔"

لڑکے پتہ نہیں کیوں ہنسنے لگے' عائشہ نے گھور کر انہیں دیکھا مگر ایسی گھوریوں کا اثر ان پر کم ہی ہوا کرتا تھا۔ پلیٹ سے بسکٹ اٹھا کر کھانے لگے۔

"ماں کدھر ہے تمہاری' جوان بیٹی کو گھر میں اکیلا چھوڑ کر نکل جاتی ہے سیر سپاٹے کے لیے۔ توبہ۔۔۔ پتہ نہیں کیسا جگرا ہے۔ اب میں کچھ سمجھاؤں گی تو برا لگ جائے گا۔"

"اکیلا کب چھوڑا ہے پھوپھی! دو دو گھبرو جوان بھائی بھی تو گھر پر ہیں۔" عمران نے کہا اور دونوں ہنسنے لگے۔

"آہو وڈے۔۔۔ گھبرو تے ویکھو۔" صغریٰ بی بی نے ناک سکوڑی اور بسکٹ والی پلیٹ اپنی گود میں رکھ لی۔

پھوپھی نے سوچا' دوپہر کو پالک پک رہی ہے' نہ بھائی گھر پہ ہے نہ بھابھی۔

"اچھا پھر میں چلتی ہوں' شام کو ان دونوں کو میری طرف بھیج دینا۔ لاہور بھیجنا ہے بھرا کو۔ میرے انور کا ایک دوست آرہا ہے نا دبئی سے' بڑا سامان بھیجا ہے میرے انور نے اس کے ہاتھ۔ کل آنا تم بھی دیکھنے کے لیے۔"

"کل تو مجھے کپڑے دھونے ہیں پھر جب کبھی ٹائم ملا اور یاد رہا تو آؤں گی۔" اس کے انداز میں بے نیازی تھی۔

"پتّر! بڑے اور بیٹیاں چھوٹی ہوں تو یہی فائدہ ہوتا ہے۔ باپ کا جلد ہی بازو بن جاتے ہیں۔ اب یہ شتونگڑے (اشارہ اس کے بھائیوں کی جانب تھا) کب بڑے ہوں گے اور کب میرے بھرا کی زندگی میں بھی سکون ہو گا۔ پر نئیں' ہر لڑکا میرے انور کی طرح تھوڑی ہوتا ہے۔ کتنے ہی لڑکے تو ہمارے اس چھوٹے سے شہر میں رلتے پھرتے ہیں' بس قسمت والے تو وہی ہوتے ہیں' جن کے پیچھے نیک مائیں ہوں۔"

لڑکے پھر زور سے ہنسے تھے۔

"عمران' شجی! بڑی ہنسی آتی ہے تمہیں' چلو چل

کر گندم اسٹور میں رکھو۔ تین دن سے اماں نے دھو کر صحن میں ڈالی ہوئی ہے' اب تو خشک ہو گئی ہے۔" وہ انہیں پھوپھی کے عتاب سے بچانا چاہتی تھی۔

تین گلاس لیموں پانی کے پی کر پھوپھی صغریٰ شٹل کاک برقعہ (جسے وہ کبھی کبھی موڈ میں آکر سر پر رکھ لیتی تھی' ورنہ اپنا یہ چھوٹا سا قصبہ اپنے لوگ پردے کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں جب اپنے شہر سے باہر جانا ہوتا تھا تب اس کا استعمال ضروری ہوتا تھا۔) سر پر رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"شکر ہے جلدی چلی گئی' بجلی بند ہو گئی ہے۔ میں تو ادھر تیرے اندھیرے کمرے میں گرمی اور حبس سے مرنے لگی تھی۔"

"اوئے شینو آپا۔! تو ادھر کمرے میں چھپی ہوئی تھی ہماری پھوپھی کے ڈر سے' ہے نا۔ اوجی ہماری پھوپھی چیز ہی ایسی ہے۔" شجی نے سینہ تان کر بڑے فخر سے کہا تھا۔

"میں کسی سے نہیں ڈرتی' یہ تمہاری آپا جو ہے نا' اسی کا دم نکلتا ہے۔"

"میرے ابا کی بہن ہے وہ اور جو بات اس کی مرضی کے خلاف ہم لوگ کر جائیں تو ابا سے شکایت بھی فورا" لگا دیتی ہے۔ بس اسی لیے ڈرتی ہوں۔" عائشہ وضاحت کرنے لگی۔

"تیری پھوپھی بتا رہی تھی اس کے گھر نیا سامان آرہا ہے۔ میں بھی چلوں دیکھنے۔" شاہین شرارت سے بولی۔

عائشہ نے اس کی شرارت سمجھ کر گھور کر دیکھا اور بولی۔ "مذاق مت اڑایا کر۔"

"میں کیا مذاق اڑاؤں گی؟ اپنا مذاق تو ان لوگوں نے خود بنا لیا ہے۔ پتہ ہے تمہاری پھوپھی کی بیٹیاں جہاں کہیں بیٹھتی ہیں' لڑکیاں کہتی ہیں۔ سناؤ کچھ نیا سامان آیا ہے گھر میں اور یہ شروع ہو جاتی ہیں' یہ دیکھے بغیر کہ لڑکیاں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس رہی ہیں۔"

"امی ابا کو بلایا ہے' وہ جائیں گے۔ میں نہیں جانے والی ان کے گھر۔"

"چلیں گے نا' مزہ آئے گا۔" شاہین کچھ ایسے ہی مزاج کی تھی۔ عائشہ نے جواب نہیں دیا۔

☼ ☼ ☼

لیکن تیسرے دن جب شاہین واقعی تیار ہو کر اس کی پھوپھی کے ہاں جانے کے لیے پہنچ گئی تو اس سے انکار نہیں ہو سکا' یہاں سے دو گلیاں چھوڑ کر شاہین کا گھر تھا اور دوسرے محلے میں پھوپھی صغریٰ رہتی تھی۔

اماں سے اجازت لے کر دونوں چل دیں۔

"شاہین مرن جوگی! تیرے بھی نا الٹے الٹے شوق ہیں۔ اب اتنی گرمی میں بھلا کوئی تک ہے گھر سے نکلنے کی۔" وہ چہرے کا پسینہ بار بار چادر سے پونچھ رہی تھی۔

"تیری پھوپھی کے گھر جا کر اے سی لگے کمرے میں بیٹھیں گے تو ساری گرمی دفع دور ہو جائے گی۔" شاہین کے موڈ میں ذرا فرق نہیں آیا تھا۔

کچھ دیر میں وہ پھوپھی صغریٰ کے گھر کے شوخ رنگوں والے گیٹ پر پہنچ چکی تھیں۔ گیٹ کے عین سامنے اور بے حد قریب دبلا پتلا سا ایک لڑکا قیمتی سوٹ پہنے جیبوں میں ہاتھ ڈالے مزے سے کھڑا تھا۔

"پرے ہٹو نا' کیا خالہ جی کا گھر سمجھ رکھا ہے' جو یوں ڈٹ کر کھڑے ہو۔" شاہین نے کچھ ڈپٹ کر کہا۔

"گھر تو واقعی خالہ جی کا ہی ہے' پر آپ کہتے ہو تو ہٹ جاتے ہیں راستے سے۔" بڑے انداز سے کہہ کر وہ ایک طرف کو ہوا تھا' دونوں تیزی سے اندر چلی گئیں۔

"عائشہ اور شینی! تم آئی ہو' مجھے پتہ تھا چیزیں دیکھنے کی ہڑک تمہیں گھر نہیں بیٹھنے دے گی۔" پھوپھی کی بڑی عذرا نے کچھ مذاق اڑانے والے انداز میں انہیں دیکھتے ہی کہا۔

"اچھا۔ کیا پھر دبئی سے کچھ اٹھا کر بھیج دیا ہے تمہارے بھائی نے؟" شینا نے یوں پوچھا جیسے جانتی نہیں۔ "تمہیں بتایا نہیں عائشہ نے؟" عذرا کو بڑی حیرت ہوئی۔

"نہیں ہم تو ادھر پچھلی گلی میں ایک سہیلی کے گھر آئے تھے' سوچا تم لوگوں سے بھی ملتے جائیں۔" شینو کہہ رہی تھی اور عائشہ کو اثبات میں سر ہلانا پڑ رہا تھا۔

"اس بار تو بھائی نے کمال ہی کر دیا۔ ایسے پیارے ایڈین سوٹ اور ساڑھیاں بھیجی ہیں کہ بس اور میک اپ کا سامان علیحدہ ہے۔ ایک بڑا پیارا سا موبائل بھی بھیجا ہے اور کہتا ہے جب امجد اگلا چکر لگائے گا پھر اور بھی بہت کچھ بھیجوں گا۔ میں نے تو کہہ دیا ہے' اب کے پرس اور جوتے بھی وہیں سے بھیجے۔"

"اوہو۔ تم نے پرس لٹکا کر قیمتی جوتے پہن کر بھینس کا چارہ لینے جانا ہے نا۔"

"دیکھ شینو! غصہ نہ دلایا کر۔ بھینس پالنا میری اماں کا شوق ہے' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم کوئی پینڈو پاگوالے ہیں۔ ذرا گلی میں جھانک کر دیکھ' کسی کے گھر ہمارے چوبارے کے برابر اونچا ہے۔"

"عذرا! تجھے کہا تھا کباب بنا لے۔" پھوپھی تین اطراف میں بنے کمروں میں سے ایک کمرے سے برآمد ہوئی تھی' انہیں دیکھا۔ جب تک انہوں نے سلام نہیں کیا' چہرے پر بیگانگی کا تاثر ہی رہا پھر جیسے ان کے سلام کرنے پر ہی یاد آیا۔ ان نمانیوں (بے چاریوں) سے بھی کوئی تعلق داری ہے۔

"تم دونوں آج کدھر رستہ بھول پڑیں۔"

"کہتی ہیں' کسی سہیلی کے گھر آئی تھیں تو ادھر بھی آگئیں۔"

"اوہو۔ سہیلیوں کے گھر کے چکر تو بڑے لگتے ہیں' پھوپھی ہی یاد نہیں آتی اور شینو! تو کیسے آج راستہ بھول پڑی' تیری ماں کو تو کبھی توفیق نہ ہوئی۔"

"ہائے پھوپھی! کل اماں بھی یاد کر رہی تھی' پورے تین سال ہو گئے صغریٰ نے کبھی ہمارے گھر نہیں جھانکا' تم میری آپا کی شادی پر ہی آئی تھیں نا!"

عائشہ نے شینو کی اس دلیری پر گھبرا کر اس کی جانب دیکھا لیکن وہ اپنی کہہ کر پر سکون کھڑی تھی۔

"نی عذرا۔! تو بھی باتوں میں لگ گئی' سو کام ہیں۔ کھاتا پیتا گھر ہے' چل جا کر کباب بنا لے' سلمیٰ مرغ پکا رہی ہے اور چھوٹی صفورا کو میں نے چاول بھگونے کے لیے کہا ہے اور سن۔" عذرا جانے لگی تو پیچھے سے پکارا۔

"کھانا بڑا سوادی بنانا' گھی اور ٹماٹر ڈالنے میں بالکل کنجوسی نہ کرنا اور وہ ہے کدھر' لے دس بھول گئی۔ میں تو اس کا خالی کمرہ دیکھ کر اسی کے بارے میں پوچھنے نکلی تھی۔"

"اماں! کہہ رہا تھا' ذرا ہوا خوری کرنے جا رہا ہوں۔"

"دیکھوں تو جا کر پردیسی بچہ نمانا کہیں رستہ نہ بھول جائے۔"

پھوپھی گیٹ کی جانب چل پڑی۔

"کوئی مہمان آیا ہے کیا؟" شینا نے عذرا سے پوچھا۔

"ہاں ہاں امجد ہے' بھائی کا دوست۔۔۔ وہی تو سامان لے کر آیا ہے' ادھر دبئی ہی رہتا ہے۔"

"ہائے۔۔۔ کہیں وہ تو نہیں' جو اچھے خاصے گرم

موسم میں بھی سوٹ کس کے گیٹ پہ لٹک رہا تھا۔"

"لٹک رہا تھا۔" عذرا کو تشویش ہوئی شمینا کی بات سن کر۔

"آہو' ہے بھی بالکل باندروں کے بچوں جیسا سوکھا سڑا مریل سا نانا۔ دوبئی میں کھانے کو کچھ نہیں ہوتا کیا؟"

"بکواس نہ کر' اُدھر تو کھانے کو اتنا کچھ ہوتا ہے کہ تو سوچ نہیں سکتی۔"

"پھر اسے کیا سوکھے کی بیماری ہے۔"

"تا تجھے اتنی فکر کیوں ہو رہی ہے؟" اب کے عذرا چڑ کر شینو سے بولی تھی۔

عائشہ نے ہاتھ پکڑ کر شینو کو یہاں سے کھینچ لیا اور کسی کے کہے بنا ہی لڑکیوں کے کمرے میں آ بیٹھی۔

"چلو ہم تمہیں بھائی کا بھیجا ہوا سامان دکھاتے ہیں۔" پیچھے ہی وہ تینوں بھی آ گئیں۔

"ہم کہیں بھاگے نہیں جا رہے' پہلے جا کر اپنی اماں کے فرمان کے مطابق کھانا بنا لو' وعدہ کرتے ہیں جب تک پوری طرح تسنیاں نہیں مارلوگی' ہم نہیں جائیں گے۔" شمینا نے اپنے انداز میں تسلی دی۔

تینوں ناراض ہو گئیں۔ "اب تو منتیں بھی کرلوگی' تب بھی نہیں دکھائیں گے۔" سلمیٰ کو کچھ زیادہ غیرت آئی تھی۔

"اسے عادت ہے مذاق کرنے کی۔ تم پھپھی کی بات پر عمل کرو' کھانا پکاؤ' ہم پھر کسی روز آجائیں گے۔"

"بیٹھو' کھانا کھا کر جانا' ہم کوئی ناپ تول کر تھوڑا پکاتے ہیں کہ ایک دو بندے زیادہ ہو جائیں تو کھانا ہی کم پڑ جائے۔" عذرا نے جتایا۔

"نہیں' ہم پھر آجائیں گے۔" عائشہ چل پڑی اور شمینا بھی اس کے پیچھے اٹھ کھڑی ہوئی۔

برآمدے کی سیڑھیوں میں پھوپھی صغریٰ اور مہمان مل گئے۔

تیوری چڑھائے رکھنے والی پھوپھی اس وقت بڑے خوشگوار موڈ میں مہمان سے باتیں کرتی اِدھر ہی آ رہی تھی۔ لڑکیوں نے دھیرے سے سلام کیا۔

"اچھا جا رہی ہو' چلو پھر اللہ حافظ۔" انہوں نے جیسے جان چھڑائی تھی۔

"فضول میں ہی چکر پڑا۔" گیٹ سے باہر آ کر عائشہ نے کہا۔ "چل اسی بہانے کچھ ہوا خوری بھی ہو گئی اور تیری پھوپھی کا ہونے والا داماد بھی دیکھ لیا۔"

"ایں۔۔۔ یہ کیا بکواس ہے؟" عائشہ چونکی۔

"تا تیری پھوپھی بغیر مطلب کے کسی کے واری صدقے ہو سکتی ہے بھلا؟"

"وہ ان کے بیٹے کا دوست ہے' اتنی دور سے آیا ہے' خاطر تواضع تو ضروری ہے نا!"

"نہیں' مجھے دال میں کالا لگتا ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے' اگر ایسا بھی ہے تو غلط کیا ہے۔ آخر پھوپھی نے تین تین بیٹیاں بھی تو بیاہنا ہیں۔"

"آہو' خاندان میں تو کوئی نہیں لے گا۔"

"نہیں شمینا! پیسہ سارے عیب ڈھانپ دیتا ہے۔" عائشہ سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"اویں۔۔۔ خوامخواہ۔" شمینا کچھ اختلاف کرنا چاہتی تھی' اس نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور بولی۔

"راستے میں باتیں کرنا اچھی بات نہیں۔ اب تو بازار بھی شروع ہو گیا ہے' چپ چاپ چلتی جا۔" پھر وہ شینو کے گھر آ گئی۔

شمینا کے گھر جانا تو اسے ہمیشہ سے اچھا لگتا تھا۔ خالہ بڑی محبت سے ملتی تھی۔ شمینا سے گپیں لگتیں اور سب سے بڑھ کر وہاں سلیم رہتا تھا' شمینا کا بڑا بھائی جس کی آنکھیں بھی ہونٹوں کے ساتھ مسکراتی تھیں اور جس کا قدبُت عائشہ کے دل میں بس گیا تھا۔ اکثر تو شمینا ہی اس کی طرف آ جاتی تھی اور اس کی ہر بات میں اپنے بھائی سلیم کا ذکر ضرور ہوتا تھا۔

شاہین نے عائشہ کو بتایا تھا سلیم بھی تمہیں پسند کرتا ہے۔ عائشہ کے دل میں بھی سلیم کے لیے ایسے ہی جذبات تھے جس کا اظہار نہ تو کبھی سلیم کے سامنے کیا اور نہ ہی شینو سے کچھ کہا۔

سوچ رہی تھی' پتہ نہیں سلیم اس وقت گھر ہو گا کہ نہیں۔ اگر شینو سے پوچھوں گی تو یہ چھیڑ چھیڑ کر دنوں ناک میں دم کیے رکھے گی۔

"کچھ نہیں' کیا سوچنا۔ چپ چاپ راستہ دیکھ کر چل رہی ہوں۔"

"یہ راستے تو تیرے جانے پہچانے ہیں' بچپن سے ان راستوں پر چل رہی ہے۔ ان پر تو تو آنکھیں بند کر کے چلے تو بھی آرام سے منزل پر پہنچ جائے۔ یہی سوچ رہی ہے نا کہ بھائی اس وقت گھر ہو گا یا نہیں۔ میں تجھے بتا دیتی ہوں' بھائی تھوڑی دیر تک دوپہر کی روٹی کھانے گھر آئے گا اور آج تجھے گھر میں دیکھ کر مارے خوشی کے اس کی بھوک ہی مر جائے گی۔" وہ گھور کر رہ گئی۔ شینو ہنسنے لگی اور وہ گھر کے دروازے تک آ گئیں۔ دروازہ کھلا تھا' اندر داخل ہوئیں تو سامنے اینٹوں کا دھلا دھلایا فرش تھا۔ دیوار کے ساتھ قطار میں بنی کیاریاں اور صحن میں کھڑا شہتوت کا درخت' اس سے آگے صحن ہی کی طرح صاف ستھرا برآمدہ اور برآمدے کے دائیں جانب باورچی خانہ جہاں خالہ اس وقت یقیناً قیمہ کریلے بنا رہی تھی کہ خوشبو سارے گھر میں پھیلی ہوئی تھی۔ برآمدے کے پار بنے کمرے جن میں سے سب سے چھوٹا کمرہ شاہین کا تھا۔

عائشہ نے گھر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے بائیں کونے کی جانب دیکھا' یہاں سلیم اپنی موٹر سائیکل کھڑی کرتا تھا۔ وہ جگہ خالی تھی' اس کا مطلب تھا سلیم گھر پہ نہیں ہے' اس نے شاہین کی جانب دیکھا۔

"بھائی آتا ہو گا۔ وہ روٹی کھانے ورکشاپ سے گھر آتا ہے۔"

"نہیں خالہ کو سلام تو کر لوں۔"

"ہاں پھر میرے کمرے میں آجانا۔"

"نہیں' خالہ بے چاری اکیلی لگی ہو گی' مجھے یقین ہے گھر کی یہ صفائی ستھرائی بھی ہمیشہ کی طرح خالہ نے کی ہو گی' تم نے ہاتھ نہیں لگایا ہو گا۔"

"لو نہیں نہیں' اب میں کافی سدھر گئی ہوں۔ امی سے پوچھ لینا صفائی میں ہی کر کے نکلی تھی۔"

شاہین کمرے کی جانب بڑھ گئی اور یہ ادھر آ گئی' جہاں خالہ دوپہر کا کھانا پکانے میں مصروف تھی۔

اس نے جا کر سلام کیا اور قریب ہی بیٹھ گئی۔

"میں تجھے بڑا یاد کر رہی تھی۔" خالہ اسے دیکھ کر کھل اٹھی تھی۔

"کیوں بھلا؟" وہ مسکرا کر بولی اور آٹے کی پرات اپنے سامنے کر کے پیڑے بنانے لگی۔

"یہ جو تیری سہیلی ہے نا شاہین! اس نے بڑا تنگ کر رکھا ہے مجھے۔ تو تو سیانی دھی ہے' سمجھایا کر اسے۔"

"سچ کہوں خالہ! شینو بہت عقل والی ہے' میں اسے کیا سمجھاؤں۔ سچی میں تو خود اس سے سبق لیتی ہوں۔"

صحن سے موٹر سائیکل رکنے کی آواز آئی' دونوں خاموش ہو گئیں پھر خالہ عجلت میں اٹھی۔

"میرا سلیم آ گیا ہے تو روٹی بیل' میں برتن ٹرے میں لگا لوں۔ اسے تو بڑی جلدی ہوتی ہے' بڑا ہی محنتی ہے میرا پتر۔"

ان کی بات کے دوران ہی سلیم ادھر آ گیا۔ "سلام ماں۔" پھر عائشہ پر نظر پڑی' آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔ چہرے پر آسودگی سی پھیل گئی۔

"کب آئیں تم؟"

"بس ابھی کچھ ہی دیر پہلے شینو کے ساتھ آئی ہوں۔"

"بہت دنوں بعد چکر لگایا' کبھی خالہ کی یاد نہیں آتی۔" (اپنا نام نہیں لے سکتا تھا)

"کیا کروں ایک تو گھر کے کام پھر ابا کا مزاج' مجھے تو صرف پھوپھی کے گھر تک جانے کی اجازت خوشی سے دیتے ہیں۔"

"چل ٹھیک ہے پتر! وہ باپ ہے تیرا' حکم عدولی اچھی بات نہیں ہے۔ بس یہ یاد رکھنا تو ہمیشہ میری دعاؤں میں ہے' جب شمینا کے لیے دعا کرتی ہوں تیرے لیے بھی ساتھ ہی کرتی ہوں کہ آخر تو میری بہن کے گھر کی رونق ہے۔ ہک ہا۔۔۔ کیسی کیسی مجبوریاں ہوتی ہیں ہم عورتوں کے ساتھ' کبھی سوچا تھا ایک محلے میں رہتے ہوئے بھی ملنے سے پہلے سوچنا ہو گا۔"

"چل اماں! اب یہ اتنے دنوں کے بعد آئی ہے تو

کوئی اچھی بات کرو نا اس کے ساتھ' ورنہ پھر یہ خود بھی آنا چھوڑ دے گی۔"

"لو آگیا بھائی! میں تیرا انتظار ہی کر رہی تھی۔" شینا کمرے سے نکل کر ادھر آئی تھی۔

"ہاں نواب زادی! کمرے میں آرام کر رہی تھی۔ کچھ شرم و حیا بھی ہے۔ وہ جو مہمان آئی ہے' اسے چولہے کے سامنے بٹھا دیا' خود جا کر لیٹ گئی۔" خالہ اسے دیکھتے ہی شروع ہو گئی۔

"اب آتو گئی ہوں۔ چل اٹھ' پیچھے ہو' میں پکا لیتی ہوں۔" پھر پلٹ کر سلیم سے بولی۔ "ویسے اسے اس باورچی خانے میں کام کرنے کی عادت ہونی چاہیے پھر مشکل پیش نہیں آئے گی۔ ہے نا؟"

اتنے لوگوں کی موجودگی میں ایسی بات' عائشہ کا چہرہ شرم سے گلابی ہو گیا اور جی چاہا اس شینو کی بچی کو کس کے ایک ہاتھ لگائے۔

"ربّ ویلا بھی خیر خیریت سے لائے۔" خالہ نے بہت دھیرے سے دعا کے انداز میں کہا تھا۔ شینو کی دھیمی ہنسی اس کے کانوں کو چھو رہی تھی۔ یقیناً سلیم بھی مسکرا رہا تھا اور عائشہ رخ پھیرے پوری توجہ سے روٹی بنا رہی تھی۔

کھانا بڑے اچھے ماحول میں کھایا گیا۔ پھر سلیم آئس کریم لے آیا۔

"بھائی! آج تو تمہیں دیر نہیں ہو رہی ہوگی' کیا ورکشاپ بند کر کے آئے ہو؟"

"میرے کاریگر بہت ایمان دار ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"آ۔۔۔ اچھا۔۔۔ یہ تمہیں آج پتہ چلا ہے۔"

عائشہ نے چپکے سے شاہین کی کمر میں چٹکی بھری' تب بھائی کو چھوڑ کر وہ اس سے لڑنے لگی۔

بہت خوش گوار وقت گزار کر جب وہ گھر آئی تو ابّا گھر میں موجود تھا۔

"ہو آئیں پھوپھی کے گھر سے' کیسی تھی وہ؟" ابّا کا موڈ خوش گوار تھا اور جو پتا چل جائے کہ میں پھوپھی کے نہیں' خالہ کے گھر سے آرہی ہوں تو پھر موڈ بالکل بدل جائے گا۔

"پھوپھی جیسی ہے ویسی ہی تھی' اب اس عمر میں عادتیں تھوڑا ہی بدلیں گی۔" اندر کے غصے میں وہ یہ بات کہہ گئی۔

"کیا مطلب ہے' کون سی بری عادت ہے اس میں۔ شرم نہیں آتی تمہیں بڑوں کے بارے میں اس طرح بات کرتی ہو۔"

"ابّا! آپ سمجھاتے کیوں نہیں اپنی بھانجیوں کو' ہر کسی کے سامنے اتنی شیخیاں کیوں مارتی ہیں۔ انہیں لگتا ہے جیسے ہم بھی ان کپڑوں اور چیزوں کے لیے ترستے ہیں' ہم ان چیزوں کی وجہ سے ان لوگوں سے حسد بھی کرتے ہیں۔"

"وہم ہے تیرا' ورنہ میں جانتا نہیں ہوں کیا' وہ بچیاں ایسی نہیں ہیں۔ یہ تو ان کی محبت ہے تمہیں اپنا سمجھتی ہیں' جب ہی تو سب دکھانے بیٹھ جاتی ہیں' ورنہ لوگ تو گھر آئی ذرا ذرا سی چیز بھی چھپا کر رکھتے ہیں' ہوا نہیں لگنے دیتے۔" پھر بیوی کی طرف پلٹے۔ "اور تو اسے الٹی پٹیاں نہ پڑھایا کر' میری آپا پھوپھی لگتی ہے اس کی اور چاچے پھوپھیوں سے بڑھ کر کوئی رشتہ نہیں ہوا کرتا۔"

"پر میں نے بھلا کب کوئی بات کی ہے؟" اس الزام پر اماں بے اختیار بول اٹھی۔

"بس بس۔۔۔ اچھی طرح جانتا ہوں تجھے۔"

☼ ☼ ☼

جب تک ابّا کی واپسی ہوئی' دونوں بھائی سو چکے تھے۔ وہ جاگ رہی تھی' یہ جاتی گرمیوں کے دن تھے۔ صحن میں قطار سے بستر لگے ہوئے تھے۔ سب سے پہلا بستر ابّا کا تھا۔ پھوپھی کے گھر سے آکر ان کے پاس بتانے کو کئی باتیں ہوتی تھیں۔ مثلاً "آپا نے یہ خرید لیا ہے' آج وہ پکایا تھا" آپا اور لڑکیوں کے ہاتھ میں ذائقہ بہت ہے' وغیرہ۔

آج باتیں کچھ مختلف تھیں۔

"مہمان منڈا جسے میں ہی لاہور ایرپورٹ سے لے کر آیا تھا' ابھی تک آپا کے گھر ہی موجود ہے۔ ٹھیک

ہے انور پتر کا دوست ہے' دوبئی میں اس کے ساتھ رہتا ہے پر ادھر پاکستان میں اس کے رشتہ دار رہتے ہوں گے' وہ صرف انور کا سامان دینے تو پاکستان نہیں آیا ہوگا پر ابھی تک ادھر ہی بیٹھا ہے' بڑی خاطریں ہو رہی ہیں اس کی اور سب سے عجیب بات مجھے یہ لگی کہ لڑکیوں والے گھر میں وہ بے تکلفی سے پورے گھر میں اٹھتا بیٹھتا ہے۔ آج تو مجھے آپا سے کچھ کہنے کا موقع نہیں ملا' کل پھر جاؤں گا' کروں گا بات آپا سے۔"

"آپا خود سیانی ہے' گھر میں لڑکیوں کا باپ موجود ہے پھر آپ کیوں دخل دیتے ہیں؟"

"وہ کوئی غیر نہیں' بہن ہے میری۔ عقل والی ضرور ہے پر کچھ باتوں میں بڑی بھولی بھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس سلسلے میں آپا سے ضرور بات کرنی چاہیے۔ بھئی لڑکے کو بیٹھک تک محدود ہونا چاہیے اور پھر سچ تو یہ ہے کہ منورہ! لڑکا مجھے کچھ اچھا بھی نہیں لگا۔ بھائی دین محمد نے تو ساری عمر کھانے پینے سونے میں گزار دی۔ گھر کی ساری ذمہ داری بے چاری آپا پر رہی ہے۔ پر ہے تو آخر وہ ایک عورت' کتنی بھی باہمت ہو' ساتھی کی ضرورت تو ہوتی ہے اور ہاں' آپا تجھ سے بڑی ناراض ہے' کبھی چکر لگا لیا کر۔ کوئی ٹکٹ نہیں لگتا آپا کے گھر جانے کا۔"

"ہاں' کل چلوں گی آپ کے ساتھ۔" منورہ نے جلدی سے کہا' ورنہ ابا بات کرتے کرتے غصے میں آجاتے تھے۔

☼ ☼ ☼

اماں اور ابا پھوپھی صغریٰ کے گھر سے ہو کر آئے' وہاں کیا کیا باتیں ہوئیں اماں نے اسے کچھ نہیں بتایا۔ اگلے روز خالہ ساجدہ اور شاہین آگئیں۔ خالہ یہ بڑا سا برتن حلیم بنا کر لائی تھیں۔ اماں نے اس سے کہا۔

"تو بریانی بنا لے' آج ساجدہ کو کھانا کھلا کر ہی جانے دینا ہے۔"

"رہنے دے منورہ! یہ پکا کر لائی تو ہوں' ساتھ میں دوپہر کو روٹی بنا لینا' کسی تکلف میں مت پڑ۔"

"تو اور کیا خالہ! بھلا حلیم اور بریانی کا کیا جوڑ' روٹی ہی ٹھیک ہے۔" شینو بولی تو پھر منورہ نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔

دونوں بہنیں اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگیں۔ ٹی وی بھی اسی کمرے میں رکھا تھا اور لڑکیوں کا پسندیدہ پروگرام چل رہا تھا تو وہ بھی یہیں بیٹھی تھیں۔ باتوں باتوں میں صغریٰ کا ذکر آیا اور منورہ بتانے لگی۔

"کل میں گئی تھی ان کے ہاں' وہ ایک لڑکا آیا ہوا ہے دوبئی سے۔ کہتے ہیں انور کا دوست ہے' پسند آگیا ہے صغریٰ آپا کو اپنی کسی بھی بیٹی کے لیے۔ کہتی ہے میری بیٹیاں اچھا کھانے' اچھا پہننے کی عادی ہیں' ان کے لیے تو امجد جیسا کماؤ پوت لڑکا ہی ٹھیک ہے۔ ویسے مجھے اور تمہارے بھائی جی کو لڑکا کچھ پسند نہیں آیا۔ بات تک ٹھیک سے نہیں کر سکتا۔ ضرورت سے زیادہ ہی بے وقوف ہے۔"

"پر آپا تو دل و جان سے فدا ہے اس پر' کہہ رہی تھی' فیصل آباد کا رہنے والا ہے۔ ماں باپ ہے نہیں' بس ایک بڑی بہن ہے۔ اس کا بڑا ادب و احترام کرتا ہے۔ میں نے کہا ہے اسے بھی ادھر بلا لو۔ بات پکی کر دیتے ہیں۔ کہہ رہا ہے' آج شام کو فون کر دوں گا' اب تک تو فون کر بھی دیا ہوگا اور کیا پتہ اس کی آپا آ بھی گئی ہو۔"

"چلو ایک لڑکی تو ٹھکانے لگی آپا صغریٰ کی۔"

"عذرا کی بات پکی ہو گی' خوب دھوم دھڑکا ہوگا۔ نئے کپڑے تو بنوانے پڑیں گے۔"

لڑکیوں کو اپنی پڑ گئی' ماؤں کو باتوں میں مصروف چھوڑ کر وہ اپنے کمرے میں آگئیں۔

دوپہر کو کھانا کھا کر آرام کے لیے کمروں میں لیٹی ہی تھیں کہ ابا آگئے۔ انداز کچھ ایسا تھا کہ ان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی سب سمجھ گئے۔ بات کچھ خاص ضرور ہے۔

"منورہ۔۔۔ عائشہ! تیار ہو جاؤ تم دونوں' آپا صغریٰ نے بلایا ہے' فیصل آباد سے مہمان آرہے ہیں اس کے

گھر۔"

"او بھئی آپا نے تو صرف امجد کی آپا کو ہی آنے کے لیے کہا تھا' وہ کوئی آٹھ دس لوگ آرہے ہیں۔ عذرا اپنی تیاریوں میں لگی ہے' سلمٰی کو بخار ہے اور صفورا کا تو پتہ ہے تمہیں چھوٹی بچی ہے آپا کی' موڈ ہوا تو کچھ کرتی ہے' ورنہ نہیں سنتی۔ آپا کہہ رہی تھی کام زیادہ ہے' صفورہ اور عائشہ کو بھیج دو اور میرا خیال ہے' ساجدہ اور شینو تم بھی چلی چلو۔"

"نہیں بھائی جی! مجھے تو سلیم اب لینے آتا ہی ہوگا۔ میں بس اسی کے انتظار میں بیٹھی تھی۔"

"اماں! میں چلی جاؤں عائشہ کے ساتھ؟" شینا آنکھوں آنکھوں میں ماں سے اجازت دے دینے کی التجا بھی کررہی تھی۔

اور جب عائشہ نے بھی کہا تو خالہ ساجدہ مان گئی۔

شینو تو صبح نیا سوٹ پہن کر ان کی طرف آئی تھی' عائشہ نے بھی جلدی سے کپڑے بدل لیے پھر باورچی خانے میں جاکر چائے تیار کرنے لگی کہ خالہ کو لینے سلیم کو آنا تھا' اسی بہانے وہ کچھ دیر بیٹھے گا تو سہی۔

عمران کو بھیج کر دو طرح کے بسکٹ بھی منگوا لیے پھر بھی تسلی نہیں ہوئی تو دوبارہ اسے دوڑایا اور سموسے بھی منگوالیے۔

ابا' اماں کے میکے والوں سے کبھی موڈ ہو تو تب ہی اچھے طریقے سے بات کرتا تھا لیکن سلیم کی شخصیت ایسی تھی کہ وہ ان کے بچوں کے برابر ہونے کے باوجود قد آور لگتا تھا۔ تعلیم یافتہ' باہنر۔ اس نے باپ کے کام کو کہاں سے کہاں پہنچادیا تھا۔ ورکشاپ میں کئی کاریگر رکھے ہوئے تھے' خود تو بس نگرانی کیا کرتا تھا۔ خالہ کے گھر میں کافی خوش حالی تھی لیکن پھوپھی کی طرح کبھی اس نے اس دولت کی نمائش نہیں کی اور نہ ہی بڑھ چڑھ کر خریداری کرتی تھی۔ گھر کا ماحول سادہ اور پرسکون تھا۔

وہ تو اپنی طرف سے سلیم کی خاطرداری کا اچھا سامان کیے بیٹھی تھی لیکن جب وہ آیا تو ہاتھ میں بڑا سا کیک کا ڈبہ اور پیٹیز تھے۔

"لے پتر! یہ تکلف کیوں کیا؟"

جہاں اماں اس کے سامنے یہ بات کہہ رہی تھی' وہیں دل فخر سے بھر گیا تھا کہ میکے سے آنے والے اس کے شوہر کی نگاہوں میں کھٹکتے تھے' انہیں کچھ کھلانے پلانے میں وہ جھجک محسوس کرتی تھی مگر یہ اتنا کچھ دیکھ کر تو آج ابا بھی بول اٹھے' وہ مسکراتا رہا پھر بولا۔

"کھا کر تو دیکھیں' لاہور کی مشہور بیکری کی ہیں دونوں چیزیں۔ ایک دوست آرہا تھا اس سے منگوائی ہیں۔"

اس وقت ابا کو صغریٰ آپا کے ہاں جانے کی جلدی تھی' سب سے کہہ دیا۔

"جلدی کرو' یہ سب آکر کھالینا۔" خود بھی بس ایک سموسہ اور چائے کا کپ لے کر بیٹھ گئے۔

سلیم نے چائے کے ساتھ صرف دو بسکٹ ہی لیے' ابا سے نظر بچا کر وہ عائشہ پر بھی ایک میٹھی سی نگاہ ڈال لیتا اور عائشہ کو معلوم تھا' سلیم کی نگاہیں اس کے چہرے پر کیسے رنگ بکھیر دیتی ہیں' اسی لیے دوپٹہ بہت آگے تک سر پر اوڑھ کر تقریباً "گھونگھٹ" نکالے ہی ایک سائیڈ پر ہو کر بیٹھی تھی۔

سلیم اور خالہ جانے لگے۔ شاہین نے ماں سے آج رات ادھر ہی رکنے کی اجازت لے لی' جبکہ عمران اور شجی نے بھی بات کے موڈ کو غنیمت جانتے ہوئے خالہ کے گھر جانے کی اجازت لے لی۔



پھوپھی کے ہاں تو عجیب چہل پہل تھی۔ یوں لگتا تھا کہ رسم آج ہی ہونے والی ہے۔ عذرا نیا گلابی جوڑا پہنے' انور بھائی کی بھیجی قیمتی خوبصورت جیولری پہنے اور میک اپ کرنے میں مصروف تھی۔ سلمٰی جس کے بارے میں ابا نے بتایا تھا' بخار ہے' تیاری اس کی بھی جاری تھی۔ صفورا ابھی نہانے گھسی ہوئی تھی۔

"آئے ہائے' اتنی دیر' گھر میں اتنا کام ہے کہ میری تو سمجھ میں نہیں آرہا کہاں سے شروع کروں۔ کئی طرح کے تو کھانے پکنے ہیں۔" صغریٰ کے انداز میں غرور سا

جھلک رہا تھا۔

"مبارک ہو آپا!" منورہ نے آگے بڑھ کر سلام کے ساتھ ہی کہا۔

اس نے بے نیازی سے صرف سرہلانے پر ہی اکتفا کیا۔

"یہ شینو آج پھر۔ اے عائشہ! یہ کیا تیرے ساتھ ہی چپکی رہتی ہے۔ میری سلمٰی بھی تو تیری ہم عمر ہے' کبھی اس کے ساتھ تو تیری اتنی دوستی نہیں رہی۔"

پھوپھی کی طرف سے ایسے اعتراض پر وہ گھبرا گئی اور شینو بھی کچھ بدمزہ دکھائی دینے لگی۔

"او چھوڑو بھی آپا! خوشی کا موقع ہے' کیوں بچوں کی بات پر موڈ خراب کرتی ہو۔ یہ شینو بھی تو اپنی ہی بچی ہے۔" ابا آج حیران کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

"ہاں ہاں بھئی' تم سسرال والوں کی حمایت نہیں کروگے تو کون کرے گا۔ ارے اس منورہ جیسی ہی تو ہوتی ہیں جو اچھے بھلے مردوں کی عقل گم کردیتی ہیں۔"

"کتنے بجے تک آئیں گے مہمان؟" ابا نے دھیان بٹانے کو پوچھا۔

"پتہ نہیں' وہ امجد کہہ رہا تھا' فون پر بتایا تھا' آج ہی نکلیں گے۔"

"فیصل آباد زیادہ دور تو نہیں ہے' اگر وقت پر نکل کھڑے ہوئے تھے تو پہنچنے ہی والے ہوں گے۔ ویسے آپا! خیال رکھنا بڑے شہر کے رہنے والے ہیں اور ان بڑے شہر والوں کے نخرے بھی بڑے ہوتے ہیں۔"

"صغریٰ بیگم کبھی کسی سے متاثر نہیں ہوتی اور پھر دیکھا نہیں تم نے ان کا لڑکا میرے گھٹنے سے لگا بیٹھا ہے۔ دوبئی سے ادھر آیا ہے تو بس ادھر کا ہی ہوگیا۔ اب مجھے کسی کا کیا ڈر' آپ ہی نبٹ لے گا اپنے گھر والوں سے۔"

"آپا! تم نے انور پتر سے پوچھا ہے امجد کے بارے میں۔ کیا کہتا ہے' کیسا لڑکا ہے؟"

"بڑا پیارا ہے' یہ تو میں اسے دیکھتے ہی سمجھ گئی تھی۔ امجد سے تفصیلی بات نہیں ہوسکی۔ کہتا ہے' آج کل مصروف بہت رہتا ہوں' میں نے پوچھا تھا یہ جو لڑکا بھیجا ہے' عادت کا کیسا ہے۔ کہنے لگا۔ اللہ میاں کی گائے کہتے ہیں ہم اسے۔ بڑا ایمان دار اور سیدھا لڑکا ہے تو بس پھر اس سے زیادہ کیا رہ جاتا ہے۔ اب اس کی بہن آکر رسم کی تاریخ ڈال دے' پھر انور کو رشتہ کے بارے میں بھی بتادوں گی۔"

پھر منورہ کی جانب پلٹی۔

"تجھے کن سوئیاں لینے کی جو عادت ہے۔ وہ نہیں جائے گی' نہ میں نے کام کرنے کے لیے بلایا ہے یا مکھڑا دکھانے کو۔"

"آپا! کچھ بتاؤ گی تو ہی کروں گی نا!" اماں کو بھی جوان لڑکیوں کے سامنے ان کا یوں بے لحاظ ہو کر بول دینا اچھا نہیں لگا۔

باورچی خانے میں کام ہی کام تھا۔ تینوں چکرا کر رہ گئیں اور پھوپھی صغریٰ پر غصہ بھی بہت آیا۔

ان لوگوں کی آمد شام کو ہوئی اور شینو نے اندر باہر آتے جاتے امجد کو دیکھ کر عائشہ سے کہا۔

"یہ کچھ گھبرایا سا لگتا ہے۔"

"ہاں' لگتا تو ہے اور بار بار موبائل پر کوئی نمبر ملاتا ہے لیکن دوسری طرف سے کوئی اٹھا نہیں رہا۔"

"نی کڑیو! باتیں بعد میں کرلینا' پہلے یہ بکھیڑے نبٹرو۔ غضب خدا کا' آپا نے تو انہیں متاثر کرنے کے لیے دیگیں چڑھادی ہیں اور مزدوری کرنے کو ہم ملے ہیں اور شینا! تیرا بھی دماغ خراب ہے' جو ہمارے ساتھ ساتھ خوار ہونے چلی آئی ہے۔"

منورہ کی بات پر شاہین ہنس پڑی پھر بولی۔

"کوئی بات نہیں خالہ! مل کر کریں گے تو پھر اتنا محسوس نہیں ہوگا۔"

باہر کچھ ہلچل ہوئی۔ شینو نے جھانک کر دیکھا۔ دو صحت مند' ادھیڑ عمر کی عورتیں' دو لڑکیاں' ایک مرد' وہ کل پانچ افراد تھے۔ پھوپھی اور ان کے شوہر بڑے پرتپاک انداز سے سب سے مل رہے تھے۔ یہی حال باقیوں کا بھی تھا' جبکہ امجد پتہ نہیں کیوں کچھ جھجکا سا ایک جانب کھڑا تھا۔

پھر دھیرے دھیرے چلتا آگے بڑھا اور مہمانوں کی قیادت کرتی سب سے صحت مند اور قد آور خاتون کو سلام کیا، جس کا جواب اس نے نہیں دیا۔

پھوپھی سب کو لے کر ہال کمرے کی جانب بڑھی، تب منورہ بھی مہمانوں کو سلام کرنے کے لیے نکلی تو یہ دونوں بھی پیچھے ہی ہو گئیں۔

"ہور سناؤ، سفر کیسا رہا؟ راستے میں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟" پھوپھی آج بہترین اخلاق کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

"تاہم کوئی کھوتے ریڑھی پر آئے ہیں؟ کاریں ہیں جی کاریں ہمارے گھر میں۔ جدی پشتی رئیس ہیں، منڈا باہر بھیج کر امیر اور عزت دار نہیں بن گئے۔"

کڑے تیور، کھلا وار مگر آج پھوپھی کو سب سننا تھا۔

"چائے لاؤں؟" منورہ نے ڈرتے ڈرتے نند سے پوچھا۔ خدشہ جو تھا مہمانوں پر آیا غصہ اسی پر نہ اتر جائے۔

آنے والی خاتون نے سن لیا، بولیں۔

"رہن دے نی، کلیجے پہلے ہی سڑے ہوئے ہیں اور کیوں سڑاتی ہو۔ وے امجد وے... بے غیرتا...! ادھر کس بابے کے پاس کھڑا ہے۔"

اور امجد صاحب جھٹ اپنی آپا کے حضور پہنچ گئے۔

"جی چاہتا ہے چھترا تار لوں اور یہیں تیری چھترول شروع کر دوں۔"

"آ... پا... آپا...! میں نے تو کچھ نہیں کیا، ان ہی لوگوں نے روک لیا تھا مجھے۔ میں تو آنا چاہتا تھا قسم سے آپا! میں بھلا تیری مرضی کے خلاف کچھ کر سکتا ہوں۔"

اور ادھر اہلِ خانہ کا یہ حال کہ مارے شرمندگی اور حیرت کے رنگ ہی بدل گئے ہیں۔ امجد اور اس کے گھر والوں کے درمیان شدید قسم کے مذاکرات جاری تھے، وہ پانچوں ایک ساتھ بول رہے تھے۔ امجد کا زور صرف گھگھیانے پر تھا۔

صغریٰ بیگم کمرے سے باہر آئیں تو باقی لوگ بھی آ گئے۔ عذرا تو رکی نہیں، اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"آپا! یہ کیا ہو گیا، تم نے اس کے گھر والوں سے پہلے بات نہیں کی تھی۔"

"کمینے بدذات ہیں، فون پر کی تھی میں نے بات۔ تب اس چالاکو نے کوئی جواب نہیں دیا، میں اس کی خاموشی کو ہاں سمجھی۔"

"چالاک عورت ہے۔ مجھے تو لگتا ہے بھائی کو مٹھی میں کر رکھا ہے۔ آپ نے اس کی مرضی کے بغیر بچی کا رشتہ اس کے بھائی سے کر دیا۔ برداشت نہیں کر سکی، فون پر جواب دینے کی بجائے بھائی پر اپنا زور ہمیں دکھانے کے لیے یہاں تک آئی ہے۔"

"دفع دور... میں نے کون سا بات پکی کر کے لڈو بانٹ دیے تھے۔ سوکھا سڑا منڈا، انسان کے بجائے کسی بجو کا بچہ لگتا ہے اور کیوں نہ لگے، خون تو چارے کا پتہ نہیں کتنے سال سے یہ موٹی بھینس جیسی بہن چوس رہی ہے... نی منورہ کھانا بن گیا ہے؟"

"نن... نہیں آپا۔ ابھی تو شام کے سات بجے ہیں، میں نے آدھا آدھا کام کر لیا ہے۔"

"اچھا کیا جو نہیں پکایا، ورنہ چاول تو بڑے ضائع ہو جاتے، سب کچھ سمیٹ کر فریز کر دے۔"

اور منورہ دونوں لڑکیوں کے ہمراہ پھر ان کے بڑے سے کچن میں آ گئی۔

کمرے میں امجد اور اس کے گھر والوں کے درمیان اور باہر صغریٰ اور ان کے گھر والوں میں کیا باتیں ہوئیں، اسے نہیں پتہ تھا۔ بس وہ تو سب کچھ سمیٹنے سنبھالنے میں لگی رہی، اسی میں رات کے نو بج گئے۔ کب سے کام کرتے پھر سنبھالتے اچھی خاصی تھکن ہو گئی۔

باہر نکلیں تو عائشہ کے باپ روشن علی نے چلنے کا اشارہ کیا۔ تینوں چادریں اوڑھ کر تیار ہو گئیں اور روشن علی کے پیچھے چل پڑیں۔ چھوٹے شہر کی ٹوٹی پھوٹی گلیاں اور روشنی کا نامناسب انتظام اندھیرا ہونے کے بعد چھوٹا سا راستہ بھی لمبا بن جاتا ہے۔

تھکے ہارے اور آج جو کچھ ہوا تھا، اس کے اثرات دل پر لیے گھر پہنچے روشن علی نے تو صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھتے ہی سر ہاتھوں میں گرا لیا تھا۔ منورہ چادر بیں اتار کر شوہر کے پاس بیٹھ گئی۔ عائشہ نے ماں کی چادر اٹھا کر تہہ کی اور اندر رکھنے کے لیے چلی گئی۔

واپس آئی تو شاہین باورچی خانے میں جا چکی تھی، اسے دیکھ کر روشن علی بولے۔

"عائشہ، شینو چائے بنانے گئی ہے۔ سلیم جو کیک اور پیٹیز دے کر گیا تھا، وہ لے آ۔ چائے کے ساتھ ہی کھا لیتے ہیں۔ اب روٹی کھانے کو جی نہیں چاہ رہا۔"

☼ ☼ ☼

صبح شینو اپنے گھر چلی گئی اور ناشتے کے بعد عائشہ امی ابا کے ساتھ ایک بار پھر پھوپھی کے ہاں آ گئی۔ امجد سمیت مہمان جا چکے تھے۔ پھوپھا نے بتایا کہ صغریٰ کا رات کو بلڈ پریشر بڑھ گیا تھا۔ سو نہیں سکی، اذان کے وقت گولی کھا کر سوئی ہے۔"

"وہ لوگ کب گئے تھے؟" ابا نے دھیرے سے پوچھا۔

"رات کو ہی چلے گئے تھے۔" پھر پھوپھا ہلکی آواز میں کچھ ڈر ڈر کر بولے۔

"غلطی تو اپنی صغریٰ کی ہے نا۔ بس اپنی عقل پر بڑا مان ہے اسے۔ خود سے ہی سوچ لیا لڑکے کے ماں باپ نہیں ہیں تو باقی کے لوگوں سے اس کا بھلا کیا خاص تعلق ہو سکتا ہے لیکن بھول گئی۔ کمانے والا لڑکا ہے، ایسے پیسے والوں کے تو رشتہ دار گھاس کی طرح اگتے ہیں، پھر اپنے انور کو بھی یہ نہیں بتایا۔ کیا ارادہ باندھے بیٹھے ہوں۔ اچھی خاصی دوستی تھی امجد کی اپنے انور کے ساتھ۔ دونوں وہاں ایک ہی کمرے میں رہتے ہیں، اب ان کی دوستی پر بھی اثر پڑے گا۔"

ابا کو پھوپھا کا آپا کے خلاف بولنا اچھا نہیں لگا، بولے۔

"تین تین بیٹیوں کا بوجھ ہے آپا پر، سارے مسئلے اس بے چاری کو اکیلے حل کرنے پڑتے ہیں۔ اپنی طرف سے اس نے اچھا ہی سوچا تھا، بات بن جاتی تو واہ واہ ہو جاتی۔ نہیں بنی تو ہر کوئی بول رہا ہے۔"

پھوپھا بے چارے تو ویسے بھی کہاں کچھ کہتے تھے، یہ رائے جان کر چپ چاپ چلے گئے، جبکہ اماں اور عائشہ دل ہی دل میں پھوپھا سے پوری طرح متفق ہونے کے باوجود کچھ نہیں کہہ سکیں۔

رات کے ماحول کے اثرات باقی تھے، لڑکیاں چپ چپ سی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد پھپھو بھی جاگ گئیں۔ ان کے سلام کے جواب میں ذرا اچک کر پیچھے دیکھا پھر بولیں۔

"وہ تیری ہم زاد نہیں آئی۔ ہر جگہ تیرے ساتھ اس کی موجودگی تو ضروری ہوتی ہے۔ کم بخت کل سب دیکھ کر گئی ہے۔ سارے خاندان میں پھیلائے گی، لوگ تو ویسے بھی صغریٰ بیگم سے جلتے ہیں، خوب چسکے لے لے کر رائی سے پہاڑ بنائیں گے۔"

"آپا! ہمیں کیا پتہ تھا یہاں یہ کچھ ہو جائے گا، اسے تو میں لے آیا تھا۔" پتہ نہیں آج ابا نے بہن کے سامنے یہ بات کہہ دی تھی۔

"آہو... تجھے تو سسرال والوں سے پیارا کوئی ہے ہی نہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے آپا! قسم لے لو، ساری رات جو چین کی نیند آئی ہو۔ دل پر بڑا بوجھ سا رہا۔ بار بار دھیان تیری طرف ہی لگا رہا اور مجھے پچھتاوا ہی رہا کہ رات کو مجھے گھر نہیں آنا چاہیے تھا۔ تیرے پاس ہی رک جانا چاہیے تھا۔"

"لے دس، جھلا نہ ہو تو... بھئی میں کون سا کڑی کا نکاح کر بیٹھی تھی۔ نکاح تو دور کی بات منگنی کی مٹھائی تک بھی بات نہیں پہنچی تھی پھر کس بات کا غم۔ اللہ میری بچی کے لیے اس سے کہیں اچھا رشتہ بھیجے گا۔"

"بس آپا! اب کے ایسی جلدی نہ کرنا، بھئی تو نے بھی ہتھیلی پر سرسوں جمانے کی کوشش کی تھی۔ سیانے کہتے ہیں۔ جلدی کا انجام تو اچھا نہیں ہوتا اور پھر شادی بیاہ گڈی گڈے کا کھیل تھوڑی ہے۔"

"اماں! بھائی کا فون آیا ہے۔" صفورا نے آ کر بتایا تو پھوپھی لپک کر اندر چلی گئی۔ ابا بھی اندر کی جانب بڑھے تو یہ دونوں بھی پیچھے آ گئیں۔

پھوپھی نے کل جو کچھ ہوا، اس کی تفصیل نمک

مرچ لگا کر بتائی اور آخر میں امجد کو کئی نادر و نایاب گالیوں سے نوازنے کے بعد حکم دیا کہ بس اب اس سے کسی قسم کا تعلق رکھنے کی ضرورت نہیں۔ پتہ نہیں ادھر سے انور کیا کہہ رہا تھا' ہاں اتنا اندازہ ہو رہا تھا۔ باتیں کچھ ایسی ہیں جو صغریٰ کو پسند نہیں آرہیں۔" کچھ دیر اس کی سنتی رہی پھر ڈپٹ کر بولی۔

"بس چپ کر جا اگر میرے سامنے بیٹھا ہوتا تو ایسا ہاتھ تیرے منہ پر جڑتی کہ چہرہ دوسری طرف گھوم جاتا۔ چار پیسے کیا کمانے لگا ہے' خود کو میرا ابا سمجھنے لگا ہے۔ خبردار جو مجھے مشورے دیے۔ کچھ غلط نہیں کیا تھا میں نے۔ وہ تو اس کی بہن پوری پھاپھا کٹنی نکلی۔ بھائی کی شادی کرنا ہی نہیں چاہتی۔ اس کی کمائی پر عیش کر رہی ہے اور وہ پاگل کا بچہ ادھر اتنی محنت کرتا ہے' ادھر سب مفاد پرستوں پر لٹا دیتا ہے۔ پر ہمیں کیا' دفع دور۔"

"ویسے بات سن تو ادھر ہی اپنی بہن کے لیے کوئی لڑکا دیکھ۔ ادھر تو سب نکمے ویلے چند ہزار کمانے والے' میری بچیاں کھلا خرچ کرنے کی عادی۔ بھلا ٹٹ پونجیوں کے ساتھ گزارا ہو سکتا ہے۔"

انور نے پھر کچھ کہنے کی جسارت کی تھی' اب کی بار بھی اس کی بات پسند نہیں آئی تھی۔ ناراضی کے اظہار کے طور پر فون سلمیٰ کو تھما دیا' خود دوسرے کمرے میں جا لیٹی۔ اب ان کا جلد مان جانا ممکن ہی نہیں تھا' کچھ دیر بیٹھ کر یہ تینوں واپس آگئے۔ ابا کام پر نکل گئے۔

☼ ☼ ☼

نگہت آگئی اور اس کی آمد کے ساتھ ہی نئے ہنگامے جاگ اٹھے۔ بچے کا عقیقہ کرنا تھا' مہمانوں کو گھر پر مدعو کرنا اور کھانا کھلانا تھا۔ یہ تینوں بہن بھائی اور کبھی کبھار منورہ بھی ابا کے گھر سے جانے کے بعد ادھر پہنچ جاتے۔ لسٹیں بنتیں' مینیو ڈسکس ہوتے۔ حالانکہ پکنا تو وہی زردہ پلاؤ اور قورمہ تھا لیکن پروگرام بنانے نت نئے شوشے چھوڑنے میں جو مزہ ہے' وہ وہی جانتے ہیں جو اس تجربے سے گزرتے ہیں۔

نگہت کی سسرال میں صرف ایک دیور تھا جو بیوی بچوں کے ساتھ ڈی جی خان میں مقیم تھا۔ جب نگہت نے اسے اس تقریب سعید کی دعوت دی تو خوب ہنسا اور بولا۔

"بھابھی! جتنے پیسے مجھے فیملی کے ساتھ ڈی جی خان سے آنے میں لگ جاتے ہیں' اتنے میں تو میں بھی اپنے چھوٹے کا عقیقہ کر سکتا ہوں۔ بہرحال بہت بہت مبارک ہو۔ میری دعائیں بھتیجے کے ساتھ ہیں۔"

پھر نگہت نے اپنی تائی اماں کو فون کیا' قریب بیٹھی شاہین کے کان کھڑے ہو گئے۔

"رمیز کو ساتھ ضرور لائیں۔" شینو کی حالت دیکھتے ہوئے عائشہ چپکے سے نگہت کو کہہ رہی تھی۔

"اچھا پھر آپ اور رمیز تو آرہے ہیں نا! چلو ٹھیک ہے بڑی مہربانی۔" فون بند کر کے نگہت نے عائشہ کو گھورا۔

"تاں! یہ رمیز کو کس خوشی میں بلا رہی ہو؟"

"لو میں خوامخواہ' وہ تو سلیم نے کہا تھا آپا جب تایا جی کے ہاں فون کریں' کہہ دینا رمیز کو لے کر آئیں۔ اسے دیکھے پورا ایک سال ہو گیا ہے' آنکھیں ہی ترس گئی ہیں میری۔"

عائشہ شرارت سے شینو کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ نگہت کو یقین آگیا' سر اثبات میں ہلا کر کوئی دوسرا نمبر ملانے لگی۔

تب منورہ بولیں۔ "نگو! عائشہ کی پھوپھی کو بلانا نہ بھولنا ورنہ بڑا اودھم مچائے گی۔ کوئی پتہ نہیں اپنے بھائی سے کہہ کر ہمارا آنا بھی منع کر دے۔"

عائشہ نے نمبر بتا دیا' نگہت نے فون کیا' بڑے روکھے انداز میں صغریٰ نے بات کی۔ اس کی آنے کی دعوت کے جواب میں بھی کچھ نہیں کہا۔ یہ تو دوسرے روز جب روشن علی ان کے ہاں گئے تب پتا چلا! آپا نے فون پر ہی دعوت دے ڈالنے پر بڑا برا مانا ہے۔

"نگہت نے سب کو فون پر ہی پیغام دیا ہے' کسی کے بھی گھر نہیں گئی۔" منورہ کو برا تو لگا لیکن رسان سے بولیں۔

"ان سے کہنا' اگر واقعی دل سے میری بہن کو بلانا چاہتی ہے تو پھر ان کے گھر جا کر پیغام دے کر آئے۔" اور منورہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی۔

"پتہ نہیں لوگ خود کو برتر بتانے کے لیے اتنی گری ہوئی حرکتیں کیوں کرتے ہیں۔ ساری زندگی مجھے نیچا دکھانے کی کوشش میں ہی گزرے گی آپا کی۔"

☼ ☼ ☼

نگہت سے بات ہوئی وہ' وہ سلیم کے ساتھ ان کے ساتھ ان کے گھر جانے کو تیار ہو گئی۔

صغریٰ کی منورہ کی بہن شاہدہ سے خاندان کی کسی نہ کسی تقریب میں ملاقات ہو جاتی تھی لیکن نہایت سرسری۔ اس کے بچوں میں وہ صرف شاہین سے ہی واقف تھی اور شاہین سے عجیب سی دشمنی بھی تھی' صرف اس لیے کہ وہ عائشہ کی سہیلی تھی اور ان کے بھائی کے گھر بہت آتی جاتی تھی۔ آج سلیم کو دیکھا تو ٹھٹک گئی۔ عذرا سے چائے لانے کو کہا۔ باتوں باتوں میں اس کے کام کے بارے میں پوچھا تو علم ہوا' وہ تو اچھا خاصا پڑھا لکھا اور کامیابی سے کاروبار چلانے والا لڑکا ہے۔ صغریٰ ان دونوں سے اتنی محبت سے ملی کہ یہاں آنے تک جو کوفت ان دونوں پر سوار تھی' سب جاتی رہی۔ لڑکیاں بھی یہیں آبیٹھیں اور اس روز صغریٰ نے انہیں کھانا کھلا کر ہی گھر بھیجا۔

☼ ☼ ☼

رسم عقیقہ پر خوب چہل پہل رہی۔ رمیز بھی آیا تھا اس کی وجہ سے شاہین بھی خصوصی طور پر تیار ہوئی تھی اور سلیم نے عائشہ کو بڑا خوبصورت جیولری سیٹ دیا تھا۔ آج نیلے سوٹ کے ساتھ اس نے وہی پہن رکھا تھا۔ کچی عمر کے خواب آنکھوں میں روشنی بھر رہے تھے اور دنیا خوامخواہ ہی بڑی خوب صورت دکھائی دے رہی تھی۔ تائی بلڈ پریشر اور شوگر کی مریضہ تھی' نہیں آسکی۔ رمیز اکیلا ہی آیا تھا اور اس نے کہا تھا۔

"امی! تمہارا بہت ذکر کرتی ہیں' بظاہر میں توجہ نہیں دیتا کہ اس معاملے میں ماؤں کی سوچ بڑی عجیب سی ہوتی ہے۔ اگر جو پتہ لگ جائے نا کہ یہی لڑکی بیٹے کو بھی پسند ہے تو پھر دنیا بھر کی برائیاں اس میں نظر آنے لگتی ہیں' اسی لیے میں ان کے سامنے تم سے اکتاہٹ کا اظہار کرتا ہوں اور وہ کہتی ہیں' یہ تمہارے ابا مرحوم کی بھی خواہش تھی۔"

"بڑے چالاک ہو۔"

"عقل مند بھی کہہ سکتی تھیں' اب جیسے تم خوب صورت نہیں ہو تو میں تمہیں پرکشش کہہ کر تمہارا بھرم رکھ لیتا ہوں۔"

"تم تو جیسے کوہ قاف کے شہزادے ہو نا!"

"کوہ قاف میں جن ہوتے ہیں پاگل' شہزادے پرستان میں استراحت فرماتے ہیں۔"

"بھئی' تمہاری بات پر عمل کیا ہے نا جن کو شہزادہ کہا ہے؟" رمیز گھورنے لگا' وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"میرا گفٹ پسند آیا؟" سلیم نے پوچھا۔

"اتنا مہنگا دینے کی کیا ضرورت تھی' تم مجھے کانچ کی چوڑیاں دے دیتے' میرے لیے وہ بھی اتنی ہی قیمتی ہوتیں۔"

"میرا جی چاہتا ہے عائشو! تمہیں چیز دوں تو ایسی جو تمہارے شایان شان ہو۔"

"لو میں بھلا کہاں کی نواب زادی ہوں۔"

"میری نظر سے دیکھو تو یہ نواب زادیاں شہزادیاں سب تمہارے آگے پانی بھرتی نظر آتی ہیں۔" اس نے آنچل تھامنا چاہا۔ عائشہ پیچھے ہٹی پھر پلٹ کر ہنستی ہوئی بھاگی اور سامنے کھڑی پھوپھی صغریٰ کو دیکھ کر قدم بھی رک گئے۔ مسکراہٹ بھی فنا ہو گئی۔

پھوپھی کی نظر اس پر نہیں' ادھر تھی جہاں سے وہ بھاگتی اور ہنستی ہوئی آئی تھی پھر اس نے سلیم کو جاتے دیکھ لیا۔ عائشہ کا بدن جیسے پتھر کا ہو گیا تھا مگر حیرت کی بات پھوپھی نے کہا کچھ نہیں' خاموشی سے پلٹ گئی لیکن عائشہ کا دل ٹھکانے پر نہ آسکا۔

☼ ☼ ☼

پھر چند روز کے بعد بڑی عجیب سی خبر سننے میں آئی

تھی، پھوپھی نے شاہین کا رشتہ انور کے لیے مانگا تھا' حالانکہ وہ تو ہمیشہ کہتی آئی تھی جب تک دو بیٹیاں نہیں بیاہ لیتی' انور کی شادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ اب بیٹے کا رشتہ ڈال دیا اور ڈالا بھی وہاں جہاں کبھی سوچا نہیں جا سکتا تھا۔ منورہ کا خاندان تو اس کی نظر میں ہمیشہ بڑا حقیر رہا تھا۔

شاہدہ اور اس کے میاں کو بظاہر اس رشتے میں کوئی برائی بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ صغریٰ مزاج کی کڑوی سہی لیکن انور اچھا لڑکا تھا اور پھر آج کل کے دور میں جب اچھے لڑکے ملنے محال ہیں' وہ صرف صغریٰ کے مزاج کی وجہ سے کیسے انکار کریں۔ شاہین کے والد کو اپنا بھتیجا رمیز پسند تھا لیکن بھائی کا انتقال بہت سال پہلے ہو گیا تھا' اس کے بعد بھابھی رمیز کے ساتھ میکے چلی گئی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جب سلیم ابھی بچہ تھا' اپنے کنبے کا بوجھ شینو کے والد پر ہی تھا اور وہ بمشکل ہی گھر کی گاڑی کھینچ رہا تھا۔ بھابھی اور بھتیجے کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکا تو اب کس منہ سے کوئی حق جماتا' اسی لیے دل کی خواہش کسی پر ظاہر نہیں کی۔

ادھر روشن علی جسے ہمیشہ سے یہی خیال رہا تھا' اپنے انور کے لیے تو آپا عائشہ کو ہی بہو بنائے گی۔ انور کی ہر کامیابی پر وہ بہت خوش ہوتا تھا اور بیٹی کی طرف سے مطمئن کہ بیاہ کر پھوپھی کے گھر جانا ہے لیکن آپا نے شاہین کو انور کے لیے مانگ کر نہ صرف حیران کیا بلکہ اسے دکھ بھی بہت ہوا۔ زندگی میں پہلی بار آپا کے لیے دل میں بال آیا مگر بظاہر وہ خاموش ہی رہا۔

کچھ ایسی ہی خاموشی شینو پر چھائی تھی اور اس کا دکھ عائشہ کا دکھ تھا۔ لڑکیوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا' وہ کہیں تو کس سے کہیں۔ یہ وہ معاملہ ہے جہاں مذہب نے لڑکی کی پسند ناپسند کو ترجیح دی ہے اور معاشرہ ہے کہ اس موقع پر لڑکی کی مکمل زباں بندی چاہتا ہے' اس کے بولنے کو بے شرمی اور بغاوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

شاہین کی خاموشی اور اداسی کو کسی نے نہیں دیکھا اور بڑوں نے صغریٰ کو ہاں کر دی۔ اس روز دونوں سہیلیاں گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر روئیں اور عائشہ نہیں جانتی تھی' پھوپھی نے خواب شینو کی آنکھوں سے ہی نہیں نوچے' وہ اس کے لیے بھی یہی سوچے بیٹھی تھی۔

اب روشن علی پہلے کی طرح ہر بات میں آپا آپا نہیں کرتا تھا اور اس نے بہن کے ہاں آنا جانا بھی کچھ کم کر دیا تھا۔ ایک روز بڑی ہی سادگی سے شاہین کے ہاتھ میں شگن کی کچھ رقم رکھ دی گئی اور ایک انگوٹھی بھی پہنا دی گئی۔

"کیسا ڈھنڈورا پیٹتی تھی اپنی دولت کا۔ اکلوتے بیٹے کی رسم پر اتنی سادگی۔" شاہدہ اور نگہت کو تو بڑی مایوسی ہوئی تھی لیکن صغریٰ سے کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔

رشتہ طے ہونے کے بعد صغریٰ تو کبھی لڑکیاں اکثر شاہدہ کے ہاں جانے لگیں اور جب بھی جاتیں' واپسی کھانا کھائے بغیر نہیں ہوتی تھی۔ شوخ سی شینو کتنی خاموش ہو گئی ہے' اس کے چہرے پر کیسی زردی چھا گئی ہے صغریٰ نے کبھی اس کا نوٹس نہیں لیا۔ وہ تو زیادہ توجہ سلیم پر ہی رکھتی تھی۔

شینو کا تو جیسے دل مر گیا تھا لیکن شاہدہ کو ان لوگوں کے رویوں پر حیرت بھی تھی اور دھڑکا بھی۔ صغریٰ کا انداز سرد مہری لیے ہوئے تھا تو اس کی لڑکیاں بھی بھابھی سے کچھ زیادہ انسیت نہیں رکھتی تھیں اور سب سے بڑھ کر انور۔۔۔ اسے بھی خیال نہیں آیا کہ ہونے والے ساس سسر کو فون کر کے کبھی سلام ہی کر لے' دو لفظ خیریت کے ہی پوچھ لے۔ "کہیں ہم نے غلطی تو نہیں کر دی۔"

وہ بہن سے ذکر کرتی' منورہ ہاں میں ہاں نہ ملاتی کہ اب تو جو ہونا تھا' ہو چکا۔ وہ کیوں دکھی کرے اور دعا کرتی انور بیاہ کے بعد شینو کو اپنے ساتھ ہی لے جائے۔

"آپا! تم نے کبھی ان لوگوں سے پوچھا نہیں' انور کب آئے گا۔ صغریٰ کا رویہ میری سمجھ سے باہر ہے' میں تو زیادہ بات کرتے ڈرتی ہوں۔"

"ڈرو نہیں آپا! یہ بیٹی کا معاملہ ہے' تم کمزور پڑ جاؤ گی تو بے چاری تو پہلے ہی مرحلے پر ڈھے جائے گی۔ شینو بے چاری تو پہلے ہی..."

شینو بے چاری تو پہلے ہی مرحلے پر ڈھے جائے گی۔ ویسے آپا! تم نے رشتہ کرنے میں بڑی جلدی کی؟"

"جلدی میں نے نہیں' اس کے باپ نے کی ہے۔ اس کا کہنا ہے آج کل محنتی اور شریف لڑکوں کا تو جیسے کال پڑ گیا ہے۔ انور میں یہ دونوں خوبیاں موجود ہیں۔"

"بھائی کی یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن صغریٰ آپا کا مزاج بہت ہی کڑوا ہے۔ پتہ ہے پہلے عائشہ کے ابا کا خیال عائشہ کے لیے اسی گھر کی طرف تھا۔ مجھے تو عائشہ کی فکر تھی' یہ نہیں پتہ تھا میری شینو پر اس کی نظر پڑ جائے گی۔"

"عائشہ کے لیے کہیں اِدھر اُدھر سوچنا بھی مت' وہ میرے سلیم کی دلہن بنے گی اور اس خواہش کا اظہار میں سلیم کے ابا کے سامنے بھی کر چکی ہوں' اسے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"تو اس کا تو یہ مطلب ہوا تھا کہ عائشہ بیاہ کر بھی اپنی ماں کے گھر ہی جائے گی۔" منورہ' شاہدہ سے لپٹ گئی۔



جب سے انور کو صغریٰ نے یہ بتایا تھا تیری بات میں نے پکی کر دی ہے' وہ کچھ خفا سا تھا۔

"مجھ سے پوچھ تو لیا ہوتا اماں!"

"کیوں بھلا' میں تیری ماں ہوں یا تو میرا پیو (باپ) ہے۔ خبردار آئندہ ایسی بات نہ کرنا۔ پتہ ہے تجھے تو بڑا کماتا ہے' پر یہ بھی تو سوچ تجھے کمانے کے قابل بنایا کس نے ہے' تیری ماں نے۔ حق ہے میرا تیری زندگی پر۔"

"وہ سب تو ٹھیک ہے اماں! لیکن میں ابھی شادی کرنا نہیں چاہتا۔" اس نے اٹکتے ہوئے کہا تھا۔

"تم' پر کیوں بھلا؟" پھر خود ہی بولی۔ "ویسے میں کب ابھی سے تیری برات (بارات) چڑھانے کے موڈ میں ہوں' بس کڑی تیرے نام پر بٹھالی ہے کافی ہے۔"

"کیا مطلب اماں! کھل کر بات کرو اور میری سمجھ میں یہ نہیں آتا' ہمیشہ تو یہ کہتی تھی جب تک عذرا اور سلمیٰ کا بیاہ نہ کر لوں' تیری دلہن نہیں لاؤں گی اور اب بیٹھے بٹھائے یہ کیا سوجھ گئی ہے۔"

"تیری ماں جیسی عقل والی عورتیں کوئی کوئی ہوتی ہیں۔ وقت آنے پر سب بتا دوں گی۔"

"پر اماں! میں شادی نہیں کر سکتا۔"

"دفع دور وے' نئیں تے نہ سہی' پر تیرے نام پر بیٹھی ہے' اس سے تجھے کیا تکلیف ہو رہی ہے۔"

"اماں! تم جانتی ہو میرے مزاج کو' میں کسی کو دکھ نہیں دے سکتا اور وہ تو ایک بے گناہ معصوم لڑکی ہے۔"

"نا کوئی معصوم نہیں' پوری چلتر ہے' خبردار! جو میرے سامنے اس کے لیے ایسے ایسے لفظ استعمال کیے تو۔"

"اماں کیا کرنے چلی ہو' پہلے وہ امجد والا قصہ۔ قسم سے یہاں سارے دوستوں میں بڑا شرمندہ ہوا ہوں میں۔ امجد بے چارہ تو بڑا اچھا لڑکا ہے' اس نے تو کسی سے کچھ نہیں کہا لیکن ہمارے ساتھ اس کا ایک اور رشتہ دار بھی رہتا ہے' اس کی آپا نے ساری بات اس کو بھی بتا دی تھی اور اس نے خوب اڑائی ہے۔"

"ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا کر۔ میری بات دھیان سے سن اور گرہ میں باندھ لے۔ تیری اس سیانی ماں نے کبھی کوئی دکھ دل کو نہیں لگایا۔ میری وجہ سے اگر کسی کا نقصان بھی ہوا تو پروا نہیں کی کہ بندہ اگر ذرا ذرا سی بات پر سوچ میں پڑ جائے نا تو صحت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے' زندگی کا مزہ بھی جاتا رہتا ہے۔ اگر اچھی زندگی گزارنی ہے تو صرف اپنے بارے میں سوچو' مٹی پاؤ دوسروں پہ۔ اب امجد مجھے اپنے مطلب کا لگا تھا۔ بات چھیڑ دی' بات نہیں بنی نہ سہی۔ بھلا اس میں تمہیں شرمندہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

"اچھا اماں! لمبی بات ہو گئی ہے پھر بات کروں گا اور ہاں۔۔۔ وہ میں نے عذرا سے کہا تھا ان لوگوں کا نمبر دے دو۔ کیا سوچتے ہوں گے کبھی بات نہیں کی۔"

"شاباش۔۔۔ وہ لعنتی۔۔۔ ماں کو کھلا رہا تھا' بکواس

کررہا تھا کہ رشتہ نہیں کرنا اور اب نمبر مانگا جارہا ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے اماں! جو تم سمجھ رہی ہو۔ ایسا نہیں ہے۔"

صغریٰ بیگم نے اس کی مزید سنے بغیر فون بند کردیا اور لگی شاہین کو گالیاں اور کوسنے دینے، جس نے اس کے بیٹے کی سوچ پر قبضہ کرلیا تھا۔

"وڈا آیا منگیتر والا، کیا سوچتے ہوں گے نہ۔ ہونہہ انہیں تو اب ساری عمر سوچنا ہی ہے۔ بڑے خوش ہیں دوبئی والا داماد ملا ہے۔ صغریٰ بیگم جو کہتی ہے کرکے بھی دکھاتی ہے۔"

"پر یہ تو اپنے ہی منڈے پر ظلم ہوگا۔" شوہر نامدار نے کمزور سی آواز میں احساس دلا کر توپوں کا رخ اپنی جانب پھیرلیا۔

☼ ☼ ☼

روشن علی گھر میں داخل ہوتے ہی کبھی عائشہ تو کبھی کسی بیٹے کو پکارا کرتا تھا۔ آج طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی، خاموشی سے گھر میں داخل ہوا، اپنے کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے عائشہ کے کمرے سے ابھرتی سسکیوں کی آواز نے قدم روک لیے۔

"رب خیر کرے عائشہ کیوں رو رہی ہے۔" ادھ کھلے دروازے سے سامنے آیا تو رونے والی عائشہ نہیں، اس کے کندھے پر سر رکھ کر یہ تو شینو رو رہی تھی، اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھ کر اس سے رونے کی وجہ پوچھتا وہ روتے روتے بولی۔

"پتہ نہیں، میں ماں پیو کو اتنی بھاری کب سے ہوگئی تھی، جو ایسے ناقدرے لوگوں میں رشتہ کردیا۔ کبھی کبھی تو جی چاہتا ہے کچھ کھا کر سورہوں۔"

"جھلی نہ بن۔" عائشہ نے اپنے ساتھ لگالیا اور بولی۔

"رب تو سب کی سنتا ہے نا، تو بس دعا کیا کر۔"

"عائشہ! مجھے لگتا ہے سارے لفظ گونگے ہوگئے ہیں اور میرے آنسوؤں میں بھی کوئی تاثیر نہیں۔"

اب کمرے میں جاکر روشن علی کیا کرتا، ساری بات تو سامنے آگئی تھی اور پتہ نہیں کیسے آج اسے لگا شینو جو کہہ رہی ہے سچ ہی ہے۔

وہ چپ چاپ آکر کمرے میں لیٹ گئے۔ منورہ ہانڈی بناکر فارغ ہوئی تھی، کمرے میں آئی تو انہیں یوں چپ چاپ لیٹے دیکھا تو ٹھٹکی۔

"خیری صلا۔۔۔ کب آئے اور یوں چپ چاپ لیٹ بھی گئے۔"

"ہاں، ٹھیک ہوں۔ یہ شینو کب سے آئی ہے؟" منورہ سمجھی اس کی آمد اچھی نہیں لگی، اٹک کر بولی۔

"بس تھوڑی دیر پہلے آئی ہے۔ سلیم آتا ہی ہوگا، لے جائے گا اسے۔"

"کاش! میرا کوئی پتر اس کے جوڑ کا ہوتا تو میں اسے ہمیشہ کے لیے اسی گھر میں رکھ لیتا۔"

"کیا بات ہے؟" ان کے اس انداز پر وہ ٹھٹکی۔

"یہ بیٹیوں کے دکھ بھی بڑے عجیب ہوتے ہیں۔ دعا کیا کر اللہ اپنی عائشہ کا نصیب اچھا کرے۔"

"رب نے چاہا تو اپنی دھی رانی ہمیشہ خوش رہے گی۔ آپا اور بھائی کی خواہش ہے سلیم کے لیے پہلے تو میں چپ تھی کہ سوچتی تھی، آپ کا دھیان اپنی آپا کے انور کی طرف ہوگا لیکن اب تو وہ بات بھی نہیں رہی۔"

"سچ کہہ رہی ہے منورہ!" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"ہاں ہاں آپا شاہدہ مجھ سے کئی بار اپنی خواہش کا اظہار کرچکی ہے۔"

"یہ تو رب نے بیٹھے بٹھائے بڑا کرم کیا ہم پر۔ سلیم تو ہیرا ہے ہیرا اور شاہدہ بھی بڑے ٹھنڈے مزاج کی مالک ہے۔" ایک بوجھ سا اتر گیا مگر شینو کے یوں رونے سے جو دکھ دل نے محسوس کیا تھا، وہ دل سے دور نہیں ہوسکا۔

☼ ☼ ☼

رمضان کا چاند نظر آگیا اور گزرے برس تک رمضان کا چاند نظر آتے ہی سب سے پہلے شینو بھاگتی

ہوئی ان کے گھر آیا کرتی تھی، وہ زندہ دل لڑکی ہر تہوار بڑے بھرپور انداز میں مناتی تھی۔ رمضان کے آغاز سے پہلے ہی تیاری شروع کردیتی۔ پہلے روزے پر فروٹ چاٹ اور پکوڑے بنیں گے، دوسرے روزے پر چنا چاٹ بناؤں گی، لیموں اور کالی مرچ والی پھر ایک روز املی والی چاٹ بنے گی۔ دہی بڑے بھی بننے چاہئیں۔ روزانہ ایک سا شربت نہیں چلے گا۔ کسی روز لیموں پانی، کبھی لال شربت تو کبھی اسکواش۔"

وہ سلیم کو ایک لمبی لسٹ تھمایا کرتی تھی اور ہر چیز میں خالہ کے گھر کا حصہ تو لازمی ہی ہوتا تھا مگر اس سال تو بالکل سناٹا تھا۔

"اسے سمجھا شاہدہ! کیوں یہ ناشکری کررہی ہے۔" اس کے والد کو یہ چپ اچھی نہیں لگی تھی۔

"گھبراتی ہے نا صغریٰ اور اس کی لڑکیوں کے مزاج سے، آہستہ آہستہ سنبھل جائے گی۔" وہ دھیرے سے کہتی۔

"سوچتا ہوں صغریٰ بیگم کے مزاج کا پتہ نہیں کسی وقت بھی شادی کی تاریخ رکھنے کا کہہ سکتی ہے۔ تم جہیز کی تیاری شروع کردو۔"

"کیا شینو بیاہ کر ادھر ہی رہے گی یا انور اسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔ آپ اس سلسلے میں انور کے ابا سے بات تو کرو۔"

"انور کے ابے کی بھلا گھر میں کیا حیثیت ہے۔ میرا خیال ہے شاہدہ! تم اپنے بہنوئی روشن علی سے بات کرو۔ لے کچھ صغریٰ بیگم کے ارادے کی سن گن تو لے۔"

"ہاں میں بات کروں گی، پر مجھے لگتا ہے سلیم کے ابا ہم نے شینو کے سلسلے میں جلدی کرڈالی ہے۔"

"بیٹیوں کے معاملے میں اگر لمبی سوچنے بیٹھیں تو پھر وقت ہی گزر جایا کرتا ہے تو خوامخواہ کے وہم نہ پالا کر۔"

شاہین روزے تو سارے رکھ رہی تھی اور اب نمازیں بھی بہت لمبی ہوگئی تھیں۔ سجدے میں جاتی تو سر اٹھانا ہی بھول جاتی۔

اس نے عید کی کوئی تیاری نہیں کی تو عائشہ کیسے کرلیتی، شینو چپ تھی تو وہ بھی ہنسنا مسکرانا بھول گئی تھی۔

پندرہویں روزے کی افطاری سے پہلے روشن علی، آپا صغریٰ کے ہاں آیا تھا، یہاں افطاری کی کوئی چہل پہل نہیں تھی۔ سموسے پکوڑے بازار سے منگوانے کے لیے عذرا کے ابا گیا ہوا تھا۔ روزہ بھی سلمیٰ اور اس کے ابا نے ہی رکھا تھا۔

"تم کدھر راستہ بھول پڑے؟ بیوی نے ادھر آنے کی اجازت کیسے دے دی؟" اسے دیکھتے ہی وہ شروع ہوگئی۔

"آپا! رمضان کے مہینے میں کہاں کہیں نکلا جاتا ہے۔"

"چلو شکر ہے، آج تو صورت دکھادی تم نے۔ ویسے میں تمہیں یاد ہی کررہی تھی۔ ایک مشورہ کرنا تھا تم سے۔"

"جی آپا!" وہ کے بیڈ کے برابر کرسی رکھ کر بیٹھ گیا۔

"رمضان کے آخر تک شاید اپنا انور بھی چکر لگائے، میں تو منع کررہی ہوں کہ بھئی آنے جانے پھر یہاں آکر اِدھر اُدھر ملنے ملانے میں اچھے خاصے پیسے لگ جاتے ہیں، یہی پیسے تم عذرا کے جہیز کے لیے بھیج دو کہ میری تیاری کچھ زیادہ نہیں ہے۔"

"او آپا! وقت آنے پر تیاری بھی ہوجائے گی۔ انور کو کیوں روک رہی ہو، بچہ بے چارہ پردیس میں اکیلا ہے، اتنی محنت کرتا ہے۔ خوشیوں پر اس کا بھی تو حق ہے۔"

"آں۔۔۔ حق تو وہ کچھ زیادہ ہی جتانے لگا ہے۔ کہتا ہے اماں! اب کے عید گھر میں کروں گا، جیسے بچپن میں آپ سویرے سویرے سویاں بنایا کرتی تھیں اور میں محلے کے گھروں میں دینے جاتا تھا، ایسے ہی جاؤں گا پھر نماز کے بعد جب گھر آتے تھے، آپ نے چھولوں کی چاٹ اور سموسے بنائے ہوتے تھے۔ دوپہر میں بریانی بنتی تھی، شام میں سارے عزیز رشتہ دار کسی ایک گھر میں اکٹھے ہوتے تھے اور مل کر کھانا بناتے تھے۔ میں

نے کہا، چل رہن دے، وہ سب پرانی باتیں تھیں، اب ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ کہتا ہے میں آؤں گا تو ایسا ہی کرنا۔ بالکل ہی جھلا ہو گیا ہے۔ خیر تو چھوڑ ان ساری باتوں کو، میں نے تو ایک بڑی خاص بات کے لیے بلایا ہے تجھے۔ وہ اصل میں، میں آج کل میں شاہدہ اور اس کے میاں کو افطاری پر بلانے والی ہوں۔ تم اور منورہ بھی آجانا۔"

"یہ تو بڑا اچھا سوچا آپ نے۔"

"پوری بات تو سن لے، میں نے اس لیے تجھ سے بات کی ہے کہ تو میری بات پہلے ہی ان کے کان میں ڈال دے تاکہ اس روز جب وہ آئیں تو رسم کی نیت کر کے آئیں۔"

"کیسی رسم آپا؟"

"اوہو... ایک تو تو تاؤلا بہت ہے روشن! ابھی، یہی تو تجھے بتانے جا رہی ہوں، ان سے جا کر کہہ دے میں سلیم کو عذرا کے لیے مانگنا چاہتی ہوں۔"

"پر آپا...!" روشن علی کچھ ایسا بے چین سے ہوا کہ بیٹھے سے اٹھ کھڑا ہوا، کچھ دیر خاموشی رہی پھر بولا۔

"لیکن آپا! سلیم کی بات تو تقریباً" پکی ہے۔"

"اوہ... تجھے پکی ہے... میں نے تو کبھی ایسی کوئی بات نہیں سنی۔"

"آ... آپا...! وہ تو شاہدہ نے بہت پہلے میری عائشہ کو سلیم کے لیے مانگ لیا تھا اور ہم نے بھی انکار نہیں کیا۔"

"شاباشے... وے کیا بات ہے تیری، میں نکی نکی بات کے لیے تجھ سے مشورہ کرتی ہوں اور تو نے اتنا بڑا فیصلہ کر کے ہوا تک نہیں لگنے دی۔" مارے غصے کے اس کے چہرے کا رنگ ہی بدل گیا تھا۔

"ایسا نہیں ہے آپا! تمہیں بتائے بغیر، تمہارے مشورے کے بغیر میں بھلا کیوں کچھ کرتا لیکن یہ تو دونوں بہنوں نے بڑی دیر کا طے کر رکھا ہے۔"

"دیکھ لے، کیا حیثیت ہے تیری۔ اپنے گھر میں لڑکی کا رشتہ پکا کر دیا، تجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔

انہیں بتا دے گھر کا مالک تو ہے اور بچے تیرے ہیں بس اب تو یہ ضروری ہے کہ تو سلیم کے لیے انہیں انکار کر دے۔"

روشن علی نے حیرت سے بہن کا منہ دیکھا۔ کتنے آرام سے وہ اتنی بڑی بات کہہ رہی تھی۔ دل بہت برا ہوا، وہ افطاری سے پہلے ہی اپنے گھر واپس آنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"او سن! عائشہ کے لیے تجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں پہلے عذرا کا بیاہ کروں گی، اس کے قدم جمنے کی دیر ہے، یہ شاہین والی بات ختم ہو تو میں اپنی عائشہ کو ہی بہو بنا کر لاؤں گی۔ وہ شینو تو مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی، بس سلیم پسند آگیا اسے حاصل کرنے کے لیے یہ سب کرنا پڑا، ورنہ منورہ کے پیکے (میکے) والے دفع دور۔"

اب یہاں ٹھہر کر کیا کرتا تھا، وہ بغیر سلام دعا کے گھر سے نکل آیا۔ آپا نے بھی یوں اٹھ جانے کی پروا نہیں کی۔ پتہ تھا بھائی جا کہاں سکتا ہے، وہ وہاں سے اٹھا تو سلیم کے گھر چلا گیا۔ سلیم کی تائی آئی ہوئی تھی، برآمدے میں بچھے تخت پر وہ قرآن پڑھ رہی تھی۔ قریب ہی شاہدہ تسبیح لیے بیٹھی تھی۔ چھوٹے سے باورچی خانے میں شاہین افطار کی تیاری میں لگی تھی اور خوشبو سارے گھر میں پھیلی تھی، وہ سلام کر کے برآمدے میں جس کرسی پر بیٹھا وہاں سے چولہے کے قریب بیٹھی کام کرتی شاہین صاف دکھائی دے رہی تھی۔ ایسا لگا یہ شاہین نہیں، عائشہ ہے اور عائشہ کے ساتھ کتنا برا ہونے کو جا رہا ہے اور واقعی عائشہ کے ساتھ برا کرنا تو چاہ رہی ہے آپا، کہاں سلیم اور کہاں انور، دل پر کچھ ایسا بوجھ تھا کہ آنکھیں بھیگ گئیں۔

"کیا ہوا بھائی جی؟"

شاہدہ نے گھبرا کر اس کی جانب دیکھا تو وہ واقعی ضبط کھو بیٹھا اور رونے لگا۔ پتہ نہیں دل آج اس قدر کیوں پگھل رہا تھا، ان بیٹیوں کے نصیب پر یا آپا کے چہرے پر چڑھا نقاب اترنے پر۔ دنیا ہمیشہ سے آپا کے بارے میں

ابا کہتی تھی لیکن وہ نہیں مانتا تھا۔

سلیم اور اس کے ابا بھی کمرے سے اٹھ کر ان کے پاس باہر آگئے۔ سر پر سفید ٹوپیاں، بے داغ لباس، یقیناً وہ بھی عبادت میں مصروف تھے۔ خدا انہیں کسی آزمائش میں نہیں ڈالے گا۔ دل کو کچھ تسلی ہوئی جو کچھ آپا نے کہا تھا سب سنا دیا۔

"اب میں نے یہاں آکر شاہین کو دیکھا تو مجھے لگا یہ میری عائشہ ہے، مجھے عائشہ کی طرح ہی پیاری ہے اور اس کے ساتھ آپا کیا کرنے جا رہی ہے، بس میں برداشت ہی نہیں کر سکا۔"

"تم فکر نہ کرو بھائی! اللہ جو کرتا ہے، بہتر کرتا ہے، شاہین کے سلسلے میں ان لوگوں نے بڑی جلدی کی، ورنہ میں تو کب سے اپنے رمیز کے لیے سوچے بیٹھی تھی۔" تائی اماں کا یہ کہنا تھا جیسے ماحول پر چھائی دھند چھٹ گئی۔ "بس ختم کرو انور والی بات کو آج سے شاہین میری ہے، شاہدہ تم آج ہی ان کی طرف سے آئی ہوئی منگنی کی چیزیں واپس کر دو۔"

"بھابھی! میں کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں، اللہ نے اس وقت آپ کو ہمارے لیے رحمت کا فرشتہ بنا دیا ہے، ورنہ یہ بات سن کر میری کیا حالت ہو سکتی تھی۔"

شاہین کے ابا نے اپنی بھابھی سے کہا۔

"میں ذرا رمیز کو فون کر کے یہ خوش خبری سنا دوں، بے چارہ بجھ کے رہ گیا تھا۔"

تائی کی بات پر شینو کو بڑی شرم آئی، وہ جا کر پھر سے چولہے کے پاس بیٹھ گئی لیکن دل تھا کہ عائشہ کی جانب ہمک رہا تھا۔ وہ یہ خبر فوراً" جا کر عائشہ کو سنانا چاہتی تھی۔ اتنے میں شجی، عائشہ کی بنائی افطاری لے کر آگیا۔

"جا شجی! میرا ویر (بھائی) جا کر عائشو کو بلا لا۔"

"جھلی ہو رہی ہو آپا! اب افطاری کا وقت ہو رہا ہے، تم اسے ادھر بلا رہی ہو۔"

"ہاں تو سب کچھ تیار تو کر لیا ہے اس نے۔"

"تاں میں نہیں بلاتا اس وقت، مجھے ابے سے جوتیاں نہیں کھانی۔"

"کبھی وقت پر کام نہ آنا۔" شینو نے خفگی دکھائی۔

"اب کون سا کام پڑ گیا ہے؟" اس کے پوچھنے وہ مسکرانے لگی۔

ابھی کچھ روز پہلے تک دن کیسے پھیکے پھیکے تھے، نہ عید کی تیاری تھی، نہ رمضان ڈھنگ سے گزارا جا رہا تھا کہ دل کا موسم جو خزاں رسیدہ ہو رہا تھا لیکن جب بہار آئی تو پھر دل کی وہی زمین کیسے بدل گئی۔ نئی نئی خواہش سر اٹھانے لگیں، امیدوں کے پھول کھلنے لگے۔

پھوپھی کو شینو کے رشتے سے انکار ہوا تو وہ روشن علی پر بہت خفا ہوئی، اس کے خیال میں اپنی بیٹی کے لیے سلیم کو پھانسا ہوا تھا اور اس نے شاہین کا رشتہ ختم کرایا تھا۔

"بڑا آتا جاتا تھا تیری بیٹی کا اپنی ماسی کے گھر۔ میں تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی دال میں کالا ہے۔"

ایسی بات کوئی بھی غیرت مند باپ اپنی بیٹی کے لیے نہیں سن سکتا۔ پہلی بار اس نے جواب میں اپنی آپا سے سخت باتیں کی اور اٹھ کر چلا آیا۔

شینو کو رمیز کے نام کی انگوٹھی پہنائی گئی تو عائشہ کو سلیم سے منسوب کر دیا گیا۔

اب دونوں کو اپنی اپنی عیدی کا انتظار تھا۔ یہ عید تو تمام عیدوں سے بڑھ کر ہے اور ہمیشہ یاد رہے گی کہ نسبت پسند کی جگہ پر ہو اور پھر شگنوں کے ساتھ عیدی آئے تو ساری عمر یاد ہی رہتی ہے۔ یہ عید تو کبھی بھولنے والی نہیں۔

